احیائے اسلام و امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

# ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اکتوبر 2025ء

## طبیعت اور شریعت کا باہمی تعلق

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و تربیتی خصوصی خطاب

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیرِ اہتمام

## 42 ویں عالمی میلاد کانفرنس 2025ء

## اصلاحِ معاشرہ میں تحریکِ منہاج القرآن کا کردار

45 واں یوم تاسیس

## شیخ الاسلام کی 5 نئی کتب کی تقاریب رونمائی

علماء، مشائخ اور علمی و فکری حلقات میں غیر معمولی پذیرائی اور خراجِ تحسین

# منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیرِ اہتمام 42ویں عالمی میلاد کانفرنس 2025ء

## شیخ الاسلام کی 5 نئی کُتب کی تقریبِ رونمائی ایوان اقبال لاہور

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

# ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 39 شمارہ: 10 | ربیع الثانی / جمادی الاول ۱۴۴۷ھ | اکتوبر 2025ء

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: ابدال احمد میرزا

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد رفیق نجم، ڈاکٹر محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد بلال اُپل، سید علی عباس بخاری، فیصل حسین شہدی

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم، جی ایم ملک
محمد جواد حامد، سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، علی عمران، داؤد حسین شہدی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی، ڈاکٹر محمد افضل قادری

## حسنِ ترتیب

| | | |
|---|---|---|
| اداریہ: منہاج القرآن انٹرنیشنل کا 45 واں یومِ تاسیس | چیف ایڈیٹر | 5 |
| القرآن: طبیعت و شریعت کا باہمی تعلق | شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری | 8 |
| اصلاحِ معاشرہ میں تحریکِ منہاج القرآن کا کردار | پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری | 18 |
| 42 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس 2025ء | رپورٹ: ابدال احمد میرزا | 29 |
| شیخ الاسلام کی کتب کی تقریبِ رونمائی (ایوانِ اقبال لاہور) | رپورٹ: محمد یوسف منہاجین | 47 |
| شیخ الاسلام کی کتب کی تقریبِ رونمائی (اسلام آباد) | خصوصی رپورٹ | 76 |

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم | گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری | عکاسی: قاضی محمود الاسلام

قیمت فی شمارہ: 60 روپے | سالانہ خریداری: 700 روپے

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ / رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطیٰ جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 02930103644000 میزان بینک شالیمار لنک روڈ لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext: 128

# نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

## ہے روشنی ہی روشنی سیرت حضور کی

ہے روشنی ہی روشنی سیرت حضور کی
قرآن کی سب آیتیں مدحت حضور کی

دنیا میں کون اس سے بڑا خوش نصیب ہے
حصے میں جس کے آ گئی الفت حضور کی

عقلِ بشر سے ماوراء ہے ذاتِ مصطفیٰ
اللہ جانتا ہے حقیقت حضور کی

سب انبیاء کی امتیں ہیں معتبر مگر
سب امتوں سے بہتریں امت حضور کی

دونوں ہی صورتوں میں دل مصروفِ ذکر ہے
جلوت حضور کی ہو یا خلوت حضور کی

دنیا کی ساری عزتیں اس نے سمیٹ لیں
جس خوش نصیب نے بھی کی عزت حضور کی

دنیا میں یوں تو اور بھی اعزاز ہیں بڑے
سب سے بڑا اعزاز ہے نسبت حضور کی

نامِ رسول لینے سے پہلے وضو کرو
یہ کہہ رہی ہے برملا حرمت حضور کی

ہر ایک کی زباں پہ محمد کا ورد رہے
تحت الثریٰ سے عرش تک شہرت حضور کی

دنیا کی سب محبتیں قربان لاکھ بار
میں کیا بتاؤں کیا ہے محبت حضور کی

والشمس والقمر و سراج المنیر ہیں
خالق نے کیا بنائی ہے صورت حضور کی

جو بھی پڑھے درود وہ سنتے ہیں مصطفیٰ
کیا معجزہ نما ہے سماعت حضور کی

ہر ایک کو گمان کہ محبوب تر ہوں میں
بے مثل و بے مثال ہے شفقت حضور کی

صلوا علیہ کا ذکر بھی کیا خوب تر رہا
اس ذکر سے ملی مجھے قربت حضور کی

گھیرا غموں کی دھوپ نے تو معجزہ ہوا
اک ابر بن کے چھا گئی رحمت حضور کی

پہنچے وہاں جہاں پہ کوئی بھی نہ جاسکا
کیا اس سے بڑھ کے ہوگی اور رفعت حضور کی

میں کیسے مان لوں کہ وہ صاحبِ ایمان ہے
رکھتا نہیں جو دل میں عقیدت حضور کی

یہ تینوں نعمتیں میرا جزوِ ایمان ہیں
قرآن، حدیث پاک اور سنت حضور کی

اہلِ عرب نے آپ کو صادق و امیں کہا
گویا وہ جانتے تھے صداقت حضور کی

دشمن کو معاف کردیا فتح مبین پر
کیا لائقِ تحسین تھی فطرت حضور کی

ساحؔر کو بھیک دیجیے لکھی ہے جس نے نعت
مشہور ہے جہاں میں سخاوت حضور کی

(احسان حسن ساحؔر)

اداریہ

# منہاج القرآن کا 45 واں یومِ تاسیس

ہر سال منہاج القرآن کا یوم تاسیس 17 اکتوبر کو منایا جاتا ہے۔ تحریک منہاج القرآن کی بنیاد بانی و سرپرست اعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 17 اکتوبر 1980ء کو رکھی۔ 17 اکتوبر 2025ء کو 45 سال مکمل ہو جائیں گے۔ 45 سال کا یہ عرصہ تحریک کے عروج کی ایک درخشاں داستان ہے۔ پاکستان سے اٹھنے والی اصلاح احوال، اصلاح معاشرہ و تجدید واحیائے اسلام کی یہ تحریک دنیا کے ہر براعظم تک پھیل گئی اور لاکھوں، کروڑوں خاندان آج اس تحریک کے علمی و فکری مراکز سے ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی مساعی فقط دعوتِ دین تک محدود نہیں رہی بلکہ اسلامی اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں خدمت کی نئی روایات قائم کی گئیں۔ تحریک منہاج القرآن نے اصلاح احوال اور فروغ علم وامن کے باب میں جو خدمت انجام دی اُس کے اپنے اور پرائے سبھی معترف ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے ایک ہزار سے زائد تصانیف مرتب کیں جن میں 700 کے لگ بھگ زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو چکی ہیں آپ کی تحریری خدمت اُمت

کے لئے علم کا انمول خزانہ ہے۔ شیخ الاسلام کی تحریری و علمی اور فکری کاوشوں سے اتحادِ اُمت اور بین المذاہب رواداری کا سازگار ماحول پیدا ہو رہا ہے جس کا اعتراف جملہ مکتبِ فکر کے راہنما اکثر و بیشتر کرتے رہتے ہیں اور شیخ الاسلام کے وجود کو اللہ رب العزت کی ایک نعمت سمجھتے ہیں کہ وہ ہر فکری گتھی کو قرآن و سُنت کے قطعی دلائل کے ساتھ سلجھاتے اور مغالطوں کو دور کرتے ہیں۔ رواں سال تحریک منہاج القرآن کی علمی و فکری مساعی کے اندر ایک خوبصورت سال کہ رواں سال شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 5 نئی کتب کی اشاعت ہوئی اور ملک بھر کے علماء اور تعلیم یافتہ حلقوں نے ان کُتب کا زبردست انداز میں خیر مقدم کیا اور شیخ الاسلام کی یہ کُتب یوم تاسیس کا قابلِ فخر تحفہ ہیں، ان کُتب کے حوالے سے شیخ الاسلام کا فرمانا ہے کہ تحریک منہاج القرآن کے کارکنان اور وابستگان کے لئے ایک نصاب ہے۔ ہر شخص اِن کُتب کا مطالعہ کرے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کو ازبر کرے۔ شیخ الاسلام کی پہلی کتاب ’’الروض الباسم من خلق النبی الخاتم‘‘ ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد جہاں دعوتِ توحید ہے وہاں اخلاقِ حسنہ کی تعلیم اور ترغیب بھی ہے۔ شیخ الاسلام نے آپ ﷺ کے انہی اخلاق کریمانہ کی ترویج کے لئے یہ کتاب ترتیب دی۔

اہلِ علم حضرات کا کہنا ہے کہ اخلاقی انحطاط اور معاشرتی قدروں کے زوال کے اس دور میں یہ خطاب اُمت مسلمہ کے لئے سیارہ نور ہے جو ہر گھر، لائبریری اور تعلیمی ادارے کی زینت ہونی چاہیے۔ شیخ الاسلام کی یومِ تاسیس کے موقع پر دوسری خوبصورت کتاب ’’الانوار من سیرۃ سید الابرار‘‘ ہے۔ یہ کتاب سیرتِ نبوی ﷺ کے موضوع پر ایک ایمان افروز علمی شاہکار ہے۔ یہ کتاب 700 سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب آپ ﷺ کے ساتھ محبت رکھنے والوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ اس کتاب کا آغاز ایک بلیغ اور ادبی مقدمہ سے ہوتا ہے جس میں رسول مکرم ﷺ کے فضائل و مناقب کو نہایت حسین و دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر شخص کو اس کتاب کا لازم مطالعہ کرنا چاہیے۔ شیخ الاسلام کی تیسری کتاب ’’ الفتح الکبیر فی علوم التفسیر‘‘ ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل یہ نئی عربی تصنیف علوم القرآن و اصول تفسیر پر ایک جامع اور بے مثال علمی کاوش ہے۔ اس کتاب کا مقصد علوم تفسیر کے مختلف پہلوئوں کو ایک منظم، جدید اور حسین پیرائے میں پیش کرنا ہے تاکہ قرآن کی تعلیمات کو قرآنی اصول و قواعد کے مطابق سمجھا جاسکے۔ چوتھی کتاب ’’تفسیر سورۃ الفاتحہ‘‘ ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور 700 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ الفاتحہ کی منفرد تفسیر ہے۔ یہ تفسیر سورۃ الفاتحہ کے معارف و لطائف کو اجاگر کرنے والا ایک عظیم علمی شاہکار ہے۔ پانچویں کتاب

"القول المبین فی تفسیر (ایاک نعبد وایاک نستعین)" ہے۔ یہ کتاب 450 صفحات پر مشتمل ہے۔ ان 450 صفحات میں صرف ایک آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ایک عظیم الشان تصنیف میں اس ایک آیت مبارکہ کی شرح وبسط کے ساتھ تفسیر کی ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے تفسیر قرآن کے ذخیرے میں گراں بہا اضافہ ہے۔ اس کتاب میں عبادت، تعظیم، توسل، توکل اور استعانت کے باب میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے ثابت کیا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں سے استعانت اُن کے وسیلے سے دعا مانگنا اور بارگاہِ الٰہی میں اُن کا گناہ گاروں کی شفاعت کرنا قرآن وسُنت کی نصوص اور سلف صالحین کے معمولات سے ثابت ہے۔ تحریک کی قیادت محترم پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور شیخ حماد مصطفی المدنی القادری بھی اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اُمت کو نایاب تحقیقی کُتب کا تحفہ دے رہے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کی ہمہ گیر اور وسیع الجہات جدوجہد کا معروف عنوان "مصطفوی انقلاب" ہے جو ایک کثیر الزوایہ تبدیلی سے عبارت ہے اور بیک وقت دعوت، اصلاح، تجدید، ترویج اور اشاعت کے سب مراحل پر محیط ہے۔ تحریک معروف معنوں میں ایک غیر سیاسی تنظیم ہے جو اپنے مختلف شعبہ جات اور فورمز کے ذریعے دینی وفلاحی خدمات انجام دینے میں پیش پیش ہے۔ تحریک منہاج القرآن جس عہد میں نعلین پاک کے تصدق سے خدمت دین کا **فریضہ** انجام دے رہی ہے یہ عہد من حیث المجموع عہدِ زوال ہے۔

اُمت مسلمہ کے دورِ عروج میں اگر کہیں کوئی بگاڑ پیدا ہوا تو وہ جزوی نوعیت کا تھا اور علمائے کرام، صوفیائے عظام، رجال کار اور مردانِ حق اس کی اصلاح کے لئے پیش پیش رہے۔ آج یہ زوال جزوی نہیں بلکہ کلی ہے، ہر محاذ پر اس امر کی شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ایک ہمہ گیر، منظم اور موثر تحریک بپا کی جائے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے "تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی راہ نمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔" منہاج القرآن امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے قرآنی تقاضا کو فی زمانہ پورا کر رہی ہے اور دعوت وتبلیغ حق اصلاح احوال اُمت، تجدید واحیائے دین، ترویج اشاعت اسلام، اُمت میں اتحاد ویگانگت اور بین المذاہب رواداری کے لئے کام کر رہی ہے جس کے دور رس اثرات اور ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں۔

(چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی)

القرآن

# طبعیت اور شریعت کا باہمی تعلق

## شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و تربیتی خصوصی خطاب

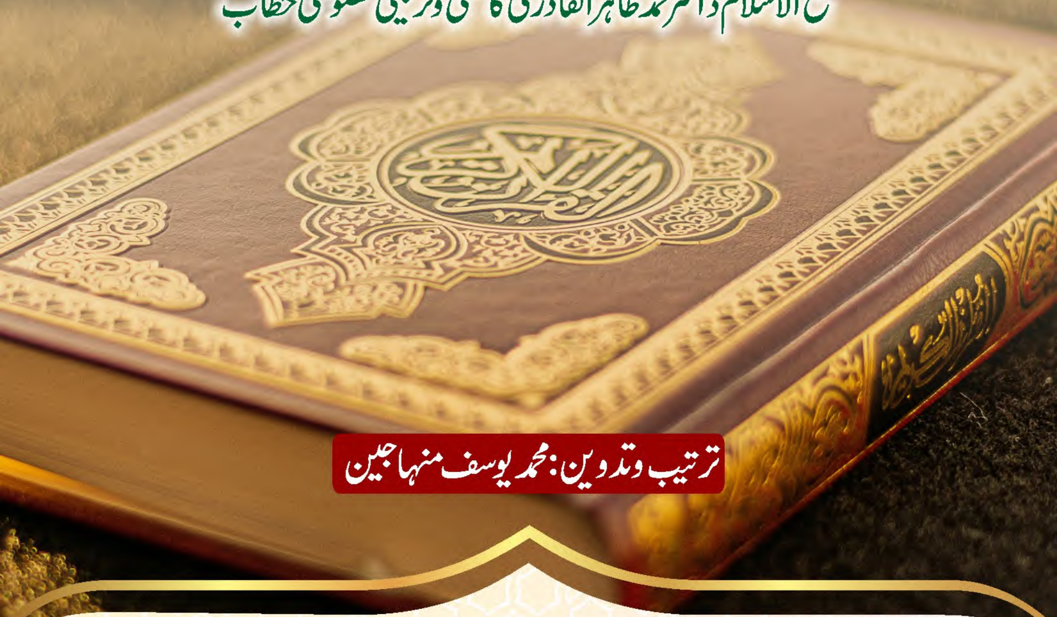

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔

(الاعراف، ۷: ۱۹۹)

”(اے حبیبِ مکرم!) آپ درگزر فرمانا اختیار کریں اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔“

اس آیت کریمہ میں تین احکامات مذکور ہیں:

۱۔ اللہ رب العزت نے عفوودرگزر اپنانے اور لوگوں کی کوتاہیوں و غلطیوں سے درگزر کرنے کا طرزِ عمل اپنانے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ لوگوں کو نیکی اور اچھائی کی دعوت و تبلیغ کرنے کا حکم دیا ہے۔

۳۔ تبلیغ و اشاعتِ دین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے دوران اگر کوئی برے طریقے سے ردعمل دے، ایسا طرزِ عمل اختیار کرے جو تکلیف دہ ہو اور Stressful ہو تو ان لوگوں کو اسی طرح

جواب نہ دینے اور ان کی جہالت اکھڑپن، زیادتی اور نامناسب رویہ کو نظر انداز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی ان کے منفی یا دل آزردہ ردِ عمل پر صبر کرنا اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خُذِالْعَفْوَ کے ذریعے واضح فرمادیا کہ سب سے پہلے خود معاف کرنے والے بنو اور معاف کرنے کا سلیقہ سیکھو۔ پھر اس کے بعد وَاْمُرْبِالْعُرْفِ کے مصداق اسلام کی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچانے کا عمل شروع کرو۔ آیتِ کریمہ کی اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات دوسروں تک پہنچانے سے پہلے معاف کرنا اور درگزر کرنا سیکھنا ہوگا۔ اس دوران اگر منفی ردعمل ملے جو دل کو ٹھیس پہنچائے تو وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ کے مصداق ایسے جاہلوں پر دھیان نہ دیں جو منفی جواب دیتے ہیں اور ایسے لوگوں کے متعلق اپنے دل میں یہ سوچیں کہ وہ نہیں جانتے۔

یاد رکھیں! یہ تینوں چیزیں محض شریعت کے احکام پر عمل کرنے سے پیدا نہیں ہوتیں بلکہ طبیعت کو بدلنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

## ہمارے معاشرے میں دو قسم کے لوگ ہیں:

۱۔ نافرمان: وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے احکام پر عمل نہیں کیا۔ ان کی زندگی میں اللہ کا حیا بھی نہ رہا، دین کی اہمیت بھی نہیں رہی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ان کی زندگی بن گئی۔

۲۔ فرمانبردار: وہ لوگ جو اللہ، اس کے رسول اور شریعت کے تابعدار ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں یہ انتخاب کرلیا ہے کہ ہم دین کے مطابق چلیں گے۔ انہوں نے شریعت، اللہ کے احکامات پر عمل اور اس کے فرمانبردار اور اطاعت گزار بندہ بننے کے راستے کو اختیار کیا ہے۔

شریعت پر عمل کرنا ان لوگوں کے لیے آسان ہے جن کی زندگی میں اللہ کی فرمانبرداری کا غلبہ ہے۔ وہ لوگ جو جانتے اور سمجھتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے اطاعت گزار اور فرمانبردار بننا چاہتے ہیں اور جو پہلے ہی سیدھے راستے پر ہیں، ان کے لیے شریعت پر عمل کرنا آسان ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جن کی زندگی میں اللہ کی فرمانبرداری کا غلبہ نہ ہو، ان کے لیے اپنی طبیعت اور مزاج و عادت کو بدل کر احکاماتِ الٰہیہ کی طرف متوجہ ہونا مشکل ہے۔

زیر نظر تحریر میں ہمارا مخاطب یہ دوسرا طبقہ ہے جو پہلے ہی سے چاہتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار ہوں اور نیکی و اطاعت کے راستہ پر چلیں۔ پہلا طبقہ یعنی نافرمان، وہ بھی اگر اس تحریر سے استفادہ کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں بھی نفع دے گا مگر اس وقت مخاطب وہ لوگ ہیں

جو اپنی مرضی سے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے راستے کو اختیار کر چکے ہیں اور اس سمت مزید آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے، اللہ کے حکم کی اطاعت اور شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا راستہ اختیار کرلیا ہے۔

فرمانبردار لوگوں کے لیے نافرمان لوگوں کی نسبت شریعت پر عمل کرنا آسان ہے۔ ان کے لیے مشکل امر اپنی طبیعت کو بدلنا ہے۔ جب یہ طبقہ اپنی طبیعت نہیں بدلتا، تو شریعت پر عمل کرنے سے ملنے والے فیوض و برکات سے نفع نہیں اٹھا سکتا اور جو نفع شریعت پر عمل سے انھیں ملنا چاہیے تھا، وہ اس سے محروم رہتا ہے۔

## طبیعت کیا ہے؟

شریعت کے بارے میں ہم میں سے ہر ایک اپنے علم کے مطابق آگاہ ہے کہ اللہ کے احکامات پر عمل کرنا اور اس کی منع کی گئی باتوں پر عمل نہ کرنا، شریعت ہے جبکہ طبیعت کے بارے میں زیادہ لوگ علم نہیں رکھتے۔ جس کے سبب ہم اس کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتے۔ یادرکھیں! انسانی جسم کے ظاہر کو صورت کہتے ہیں اور انسان کی باطنی شخصیت کو طبیعت کہتے ہیں۔ یہی طبیعت کبھی سیرت کہلاتی ہے اور کبھی اسے فطرت بھی کہتے ہیں۔ اگر اس کو مزید خاص کرنا چاہیں تو انسان کے اندر موجود خصلتیں اور خوبیاں (Inherent Characteristics) طبیعت کہلاتی ہیں۔ اسی طبیعت سے مزاج نکلتا ہے۔

انسان کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ ایک ظاہری وجود رکھتا ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ ایک باطنی وجود بھی رکھتا ہے۔ ظاہری وجود ہمارے تمام اعضاء پر مشتمل ہے، جن کے ذریعے ہم اپنی زندگی کے امور انجام دیتے ہیں۔ جبکہ ہماری باطنی شخصیت تین امور پر منحصر ہے:

۱۔ نفس: ہمارا نفس کس طرح سوچتا ہے؟ کیا چاہتا ہے اور کیسے کام کر رہا ہے؟

۲۔ عقل: دماغ کیا سوچتا ہے، کس طرح سوچتا ہے اور کس طرح کام کرتا ہے؟

۳۔ دل: دل کی خواہش کیا ہے، یہ خواہش کیوں پیدا ہوتی ہے اور دل کس طرح اس کی طرف راغب ہوتا ہے؟

یہ تینوں چیزیں الگ الگ بھی ہیں مگر ان کے نتیجے میں انسان کی جو شخصیت بنتی ہے، اسے طبیعت کہتے ہیں۔ اسی طبیعت سے مزاج جنم لیتا ہے اور پھر اس مزاج سے اخلاق جنم لیتا ہے۔ اس طرح ہماری طبیعت اور اخلاق سے ہماری باطنی شخصیت وجود میں آتی ہے۔

گویا اصل میں طبیعت؛ نفس، عقل اور دل کے امتزاج کو کہتے ہیں۔ یعنی ہمارے نفس، دماغ اور دل ، ان تین چیزوں کو جمع کرنے سے جو Invisible Entity وجود میں آتی ہے، اسے طبیعت کہتے ہیں۔ پس طبیعت سے مراد Inner personality یا moral personality ہے۔

## انسان کی اصل اس کی باطنی شخصیت ہے

باطنی شخصیت (inner personality) انسان کی اصل ہے۔ اگر اصل ٹھیک نہ ہو تو احکامِ شریعت پر عمل کرنا نقل ہے۔ اگر باطنی شخصیت صحیح نہیں ہے تو شریعت کے احکام پر عمل کرنا کام نہیں دیتا، اس لیے کہ اصل ٹھیک نہیں۔ شریعت کو اپنانا آسان ہے مگر طبیعت کا بدلنا مشکل ہے۔ جب طبیعت نہ بدلے مگر شریعت کے احکام پر عمل درآمد ہوتا رہے تو اس سے ثواب تو ملتا ہے اس لیے کہ نقل میں بھی ایک محنت ہے۔ مگر باطن میں انقلاب پیدا نہیں ہوتا اور مَن تبدیل نہیں ہوتا۔ شریعت کی فرمانبرداری جتنی اعلیٰ ہو تو یہ جنت میں لے جاتی ہے اور اگر طبیعت اعلیٰ ہو جائے تو وہ اللہ سے ملا دیتی ہے۔ شریعت جنت تک لے جاتی ہے اور اگر شریعت؛ طبیعت بن جائے تو طبیعت بندے کو مولیٰ تک لے جاتی ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے یہ بات سمجھائی ہے کہ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ دین کی دعوت دینے، اچھائی، نیکی، بھلائی، سچائی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات اور تعلیماتِ اسلام کی طرف لوگوں کو بلائیں مگر اس سے قبل ''خُذِ الْعَفْوَ'' اپنی طبیعت کو بدلیں۔ ''خُذِ الْعَفْوَ'' میں طبیعت ہے اور ''وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ میں شریعت ہے۔ اپنی طبیعت سنوارے بغیر جو شریعت کا حکم دے گا، اسے ثواب تو ملے گا مگر لوگ تبدیل نہیں ہوں گے۔ تبلیغ ہو گی مگر تاثیر نہیں ہو گی۔ اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ سے پہلے خُذِ الْعَفْوَ کو بیان کیا یعنی پہلے اپنا رویہ ٹھیک کرو۔ دعوتِ دین شروع کرنے سے پہلے دوسروں کی غلطیوں سے درگزر کرنا سیکھیں اور اچھے اخلاق، ہمدردی اور محبت اختیار کریں، تب ہی دعوت اور تبلیغ مؤثر، فائدہ مند اور کارآمد ثابت ہو گی۔ یہ انسانی فطرت ہے لوگ تبلیغ، تقریر اور خطاب سے اتنا اثر نہیں لیتے، جتنا سیرت و کردار سے اثر لیتے ہیں۔ جو تبلیغ کے ذریعے ہم کہنا چاہتے ہیں اگر وہ ہمارے اندر نظر آئے اور ہم وہ کر رہے ہوں تو اسے دیکھ کر لوگ جلد بدلتے ہیں اور اس کا اثر لیتے ہیں۔ اس لیے اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے فرمایا:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

''فی الحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے۔'' (الاحزاب، ۳۳: ۲۱)

خطباء، مبلغین، واعظین، اساتذہ، وارثانِ منبر و محراب، سوشل میڈیا کے محاذ پر سرگرم سکالرز، طلبہ و طالبات اور والدین یاد رکھ لیں کہ اگر ہمارے کیے اور کہے ہوئے میں مطابقت نہ ہو تو اس سے لوگ دین سے متنفر ہوں گے۔ جس شخص کے کیے اور کہے میں تضاد ہے، اس کی زبان سے لوگ اور نوجوان نسل جب دین کی تعلیمات کو سنیں گے تو ان کی نفرت اس شخص سے نہیں بلکہ دین سے بھی ہوگی۔ وہ اس بات سے بھی متنفر ہو جائیں گے جو اس نے کہی ہے۔ وہ سمجھیں گے کہ یہ کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ یہ بظاہر: اچھا بننے، لوگوں سے نیکی کرنے، لوگوں کو معاف کرنے، در گزر کرنے، دل وسیع رکھنے، رحمت و شفقت سے پیش آنے، سچ بولنے، کسی کی بے عزتی و توہین نہ کرنے، ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرنے، ہر ایک کا حیا کرنے، سخاوت کرنے، ادب کرنے، مہذب زبان استعمال کرنے، کسی کو گالی نہ دینے کا کہہ رہا ہے اور قرآن مجید و حدیث و سنت نبوی کی تعلیمات کی تبلیغ کر رہا ہے مگر اس تعلیم دینے والے کے اپنے اندر غصہ بھی بھڑک رہا ہے، وہ ہر ایک پر تنقید بھی کر رہا ہے، وہ دوسروں پر تہمت بھی لگا رہا ہے، الزام تراشی بھی کر رہا ہے، فتوے بھی لگا رہا ہے، کافر بھی بنا رہا ہے، اسلام سے بھی نکال رہا ہے، اس کی طبیعت میں جمہوری رویہ بھی نہیں ہے، اچھا Behavior بھی نہیں ہے، Self-control بھی نہیں ہے، patience بھی نہیں ہے، Moral values بھی نہیں ہیں، generosity بھی نہیں ہے، Anger management بھی نہیں ہے اور humanity بھی نہیں ہے۔ نتیجتاً اس کی شخصیت کے اس تضاد کے باعث نوجوان اس دین کے پیغام سے متنفر ہو جائیں گے جو وہ دے رہا ہے۔

یہ المیہ امتِ مسلمہ کے ساتھ ہو رہا ہے۔ ہم سوچتے ہیں کہ تبلیغ کا اثر کیوں نہیں ہو رہا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ تبلیغ کرنے والے خود شریعت کی بات کر رہے ہیں لیکن ان کی اپنی طبیعت؛ شریعت سے متضاد ہے۔ اس سبب سے لوگ دین سے متنفر ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں پہلے طبیعت کی بات کی اور بعد میں شریعت کی بات کی۔ جب فرمایا خذ العفو، معاف کرنے والے بنو تو یہ بھی احکامِ شریعت میں سے ہی ایک حکم ہے مگر ایک ایسا حکم ہے جو طبیعت کو بدل رہا ہے، طبیعت کی تنگی دور کر رہا ہے اور طبیعت سے غصہ نکال رہا ہے۔ جس آدمی کی طبیعت میں غصہ ہے، وہ دوسرے کو معاف نہیں کر سکتا۔ اگر وہ بظاہر زبان سے معاف کر بھی دے مگر اس کا دل معاف نہیں کر رہا ہوگا، اس لیے کہ اس کے اندر گھٹن ہے۔ پس جس بندے کی طبیعت میں گھٹن ہے، وسعت نہیں ہے تو اس کا دین کی تبلیغ کرنا کوئی بھی اثرات مرتب نہیں کرتا۔

اس کے بعد پھر فرمایا: واعرض عن الجاھلین ؛جب طبیعت کو بدل کر شریعت کا حکم آگے پہنچائیں گے تو پھر استقامت بھی چاہیے۔اس لیے کہ بے شک تبلیغ کرنے والے نے برا بھلا کہنا چھوڑ دیا، دوسروں کو للکارنا، چیلنج کرنا اور الزام دینا چھوڑ دیا اور ہر مثبت طریقہ اپنالیا، لیکن ابھی چیلنجز باقی ہیں۔اس لیے کہ اچھی و مثبت بات، شریعت کا پیغام اور تبلیغ کے جواب میں منفی رد عمل آئے گا۔ ممکن ہے لوگ منفی جواب دیں تو اس مرحلہ پر جاہلوں کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ ان سے نہ الجھیں اور نہ رد عمل دیں بلکہ انھیں نظر انداز کریں۔

آیت مبارکہ کی ابتدا بھی معاف کرنے سے ہو رہی ہے اور انتہا بھی معاف کرنے پر ہو رہی ہے اور دونوں کے درمیان میں تبلیغ اور شریعت کا حکم ہے۔ اس آیت مبارکہ میں تین احکامات ہیں، جن میں سے دو احکام طبیعت سے متعلق ہیں اور ایک حکم شریعت کی تبلیغ سے متعلق ہے۔ ”خذ العفو، یہ حکم؛ طبیعت، معافی، وسعتِ قلبی، پیار و محبت اور سخاوت سے متعلق ہے اور آخری حکم ”واعرض عن الجاھلین، صبر، ضبطِ نفس، دوسروں کی منفی باتوں کو نظر انداز کرنے اور ان سے اچھے طریقے سے معاملہ کرنے سے متعلق ہے۔ ان دو احکام کے درمیان وامر بالعرف؛ شریعت کی تبلیغ کا حکم ہے۔ گویا اس آیت کا دو تہائی حصہ (66 فیصد) طبیعت کے متعلق ہے اور ایک تہائی حصہ (33 فیصد) شریعت کے متعلق ہے۔

طبیعت سے خلق اور اخلاق پیدا ہوتا ہے اور یہ اس وقت کام دیتا ہے جب طبیعت سے ”خذ العفو“ کے مصداق تنگ نظری، تنگ ظرفی اور تنگ دلی ختم ہو جاتی ہے اور بندہ اپنے آپ سے ماورا ہو کر سوچنے لگتا ہے۔ تنگ نظر آدمی always capturing himself یعنی ہمیشہ

اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ جب کہ وہ شخص جس میں وسعت آجاتی ہے، اس کے من میں کوئی Stress ہوتا ہی نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ میں مذکورہ تینوں درجات: معاف کرنے کا رویہ، دین و شریعت کی تبلیغ اور دوسروں کے منفی رد عمل کو نظر انداز کرنا اور ان کی طرف سے کیا جانے والا ہر رد عمل برداشت کرنا، ان تینوں کا ایک دوسرے پر انحصار ہے۔ اگر ہم دوسروں کے منفی رد عمل کے جواب میں منفی رد عمل دیتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے رویے اور طبیعت؛ شریعت کے قابو (Control) میں نہیں ہیں بلکہ لوگوں کے رویوں اور اعمال کے قابو میں ہیں۔ جب ہمارے کردار و عمل پر دوسروں کا کردار و عمل اثر انداز ہو اور ہمارا رد عمل دوسروں کے رد عمل سے پیدا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا اپنی طبیعت پر کچھ کنٹرول نہیں ہے۔ گویا دوسرا جو کچھ کر رہا ہے، ہم اس میں Engage ہو گئے ہیں اور شریعت اور طبیعت کے اخلاص سے Disengage ہو گئے۔ اس طرزِ عمل سے نکلنے کی ضرورت ہے اور اپنے آپ کو غلط لوگوں اور ان کے غیر اخلاقی رویوں سے متاثر ہو کر اُن جیسا عمل کرنے سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

## قرآن مجید میں حضور نبی اکرم ﷺ کی طبیعت مبارکہ کے بیان کے لیے مذکور الفاظ و حروف کا انتخاب اور ان کی حکمت

آیئے! اب قرآن مجید کی روشنی میں حضور نبی اکرم ﷺ کی طبیعت کا جائزہ لیتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ (آل عمران، ۳: ۱۵۹)

اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم طبع ہیں، اور اگر آپ تُند خُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔

اس آیت کریمہ میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت بیان کی گئی ہے۔ اس آیت کریمہ میں استفہام کا مفہوم ہے کہ اے میرے حبیب ﷺ آپ پر اللہ کی کیا عجیب رحمت ہے؟ آپ اتنے نرم خُو، ملائم اور شفقت بھرا دل رکھتے ہیں کہ یہ سارے لوگ جو ہر وقت آپ کے ارد گرد پھرتے ہیں، جھرمٹ بنائے رکھتے ہیں، آپ کو تکتے رہتے ہیں، آپ کے ایک اشارے پر گردنیں کٹوا دیتے ہیں، سیکڑوں زخم اپنے جسم پر کھا کر لہولہان ہوتے ہیں مگر پھر بھی جب آپ بلاتے ہیں تو دوڑے دوڑے چلے آتے ہیں۔ اگر آپ سخت دل اور سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کو چھوڑ کر جا چکے ہوتے۔

اس آیت کریمہ کا ایک ترجمہ تو وہی ہے جو اوپر درج کیا گیا ہے مگر اس آیت کا ایک اور زاویہ بھی ہے جو ترجمہ میں موجود نہیں اور وہ اس آیت کا تجویدی و تعبیری زاویہ ہے۔ قرآن مجید کو احسن انداز میں پڑھنے کے قواعد کا علم علمِ تجوید ہے۔ تجوید کے کچھ خاص قواعد ہیں۔ تجوید کے قواعد اور اس آیت کریمہ کے الفاظ و حروف اور معانی کے درمیان ایک خوبصورت مطابقت ہے۔ آیت کریمہ کا پہلا حصہ: ''فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ'' جس میں آقا ﷺ کی طبیعت بیان کی گئی، اس کے تجویدی قواعد، ان الفاظ کا مزاج و طبیعت اور ان کی تعبیری مطابقت اور ہے جبکہ دوسرے حصہ: ''وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ'' اس حصے کے ہر ہر لفظ اور حرف کی تجوید کا مزاج اور طبیعت اور ہے۔

اللہ رب العزت نے اس آیت کے ان دو حصوں میں جو الفاظ اور استعمال کیے ہیں، ان الفاظ اور حروف کا معنوی اثر، معنی و تعبیر اور تجوید کے قاعدہ کا مزاج بالکل الگ ہے۔ یعنی دونوں حصوں میں اللہ تعالیٰ نے حرف بھی الگ استعمال کیے ہیں اور ان کا مزاج اور طبیعت بھی الگ ہے۔ یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے۔ حروف کے مزاج کی سائنس تو آقا علیہ السلام کے زمانے میں ایجاد نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی علمِ تجوید ایجاد ہوا تھا۔ ان دونوں حصوں کے حروف کے مزاج کی خبر تو علم تجوید کے قواعد بنائے جانے کے بعد سامنے آئی اور اس وقت ان میں فرق کیا گیا۔ اہلِ لغت، اہلِ تجوید اور اہلِ قرأت باریکیوں میں اترے تو لوگوں کو اس زاویہ سے سمجھ آئی مگر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت کے بیان کے لیے ان حروف کا استعمال کرنا کہ وہ حروف بھی طبیعت محمدی ﷺ کے عین مطابق ہیں اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت کو ظاہر کرتے ہیں، یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے۔ آیئے! اس زاویہ سے اس آیت کا مطالعہ کرتے ہیں:

## (ا) فبما رحمة من الله لنت لهم: کا تجویدی و تعبیری تجزیہ

ا۔ اس آیت میں پہلا لفظ ''فَبِمَا'' ہے۔ جس کا پہلا حرف ''ف'' ان حروف میں سے ہے جن کے اندر صفتِ ہمس پائی جاتی ہے۔ ان حروف کو حروفِ مہموسہ کہتے ہیں۔ صفتِ ہمس کا مطلب یہ ہے کہ یہ 10 حروف (ف، ح، ث، ہ، خ، ص، س، ش، ک، ت) Whispering tone میں آہستگی (Slowly) کے ساتھ بولے اور پڑھے جاتے ہیں۔ جب ان حروف کو پڑھیں تو سانس بڑی آہستگی اور نرمی سے جاری رہنا چاہیے۔ اس آیت میں چونکہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت کا بیان ہو رہا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی اس طبیعت کے بیان کو جن حروف سے ذکر کیا، ان میں بھی نرمی (softness) ہے۔ اس حرف کے اندر ایک mercifulness ہے۔ پس اس آیت کریمہ کا آغاز حروفِ ''ف'' سے کرکے اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی softness اور gentleness کا پیغام دیا۔

۲۔ ''فَبِمَا'' کے بعد فرمایا: ''رَحْمَةٍ''، یہ لفظ بذاتِ خود اپنے وجود میں محبت و شفقت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ اس آیت میں ایک لفظ: لِنْتَ استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ میں موجود حرف لام کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر حرفِ لام، اسمِ جلالت اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے استعمال ہو تو اس میں ترقیق ہوتی ہے یعنی یہ رقیق پڑھا جاتا ہے۔ اس کی آواز باریک (thin) ہونی چاہیے، بھاری (thick) نہیں ہونی چاہیے۔ پس لفظ ''لِنْتَ'' میں لام بھی thin, light and whispering tone کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

۴۔ لِنْتَ کے لفظ میں دوسرا حرف ''نون'' ہے، اس کے اوپر جزم دے کے اس کی آواز کو بھی نرم کرتے ہوئے اس کا بھاری پن ختم کر دیا۔

۵۔ لفظ لِنْتَ کی ''ت'' بھی حروفِ مہموسہ میں سے ہے۔ گویا اس میں بھی humility اور softness ہے۔

۶۔ اس آیت میں ایک لفظ ''لَهُمْ'' ہے، اس کا پہلا حرف ''ل'' ہے، جسے یہاں بھی ترقیق (thin) پڑھا جائے گا۔

گویا اس آیت کریمہ کے پہلے حصہ فبما رحمة من الله لنت لهم میں آقا علیہ السلام کی طبیعت بیان کی گئی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے الفاظ کے اندر جو بھی حرف منتخب فرمایا، ان میں سے ہر ایک حرف نرمی اور رحمت کی صفت کا حامل ہے۔ وہ بھاری نہیں بلکہ نہایت ہلکی اور لطیف آہنگ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی طبیعت بیان کرنے کے لیے وہی حروف استعمال کیے جن حروف کی اپنی طبیعت بھی نرم اور مہربان لہجے کی ہے۔

## (۲) ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک کا تجویدی و تعبیری تجزیہ

آیئے! آیتِ کریمہ کے دوسرے حصہ: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ کا بھی اس طرح تجزیہ کرتے ہیں:

۱۔ اس حصہ میں ''فَظًّا'' کا مطلب سخت جو اور سخت طبیعت ہے۔ اس لفظ کا پہلا حرف: ''ظ'' ہے۔ یہ حروفِ مستعلیہ میں سے ہے۔ حروفِ مستعلیہ میں آواز بھاری اور اونچی ہوتی ہے۔ ان کو ادا کرنے کے لیے نرم، دھیمی اور نازک آواز استعمال نہیں ہوتی۔ ان حروف کے مزاج میں عالی پن، علو اور اونچا پن ہے۔ جب یہ حروف پڑھے جاتے ہیں تو انہیں اونچی اور بھاری آواز میں پڑھا جاتا ہے۔

۲۔ اس آیت مذکور ایک لفظ ''غلیظ'' ہے۔ اس لفظ کا پہلا حرف ''غ'' بھی حروفِ مستعلیہ کے سات حروف (خ، ص، ض، غ، ط، ق، ظ) میں سے ایک ہے۔ لفظ ''غلیظ'' کا آغاز بھی حروفِ مستعلیہ میں سے ''غ'' کے ساتھ ہے اور اختتام بھی حروفِ مستعلیہ میں سے ''ظ'' پر ہے۔

۳۔ ''القلب'' میں ''ق'' اور ''ب'' دونوں حروفِ قلقلہ میں سے ہیں۔ ان حروف کی ادائیگی میں جنبش پائی جاتی ہے۔ یہ سکون کے خلاف ہے۔ حروفِ قلقلہ کو Eco letters کہتے ہیں۔ یہ اونچی آواز میں ادا کیے جاتے ہیں اور آواز پلٹ کر واپس آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں نبی اکرم ﷺ کی طبیعت مبارکہ بات کی، وہاں ایک بھی بھاری اور اونچی آواز والا حرف استعمال نہیں کیا بلکہ سبھی الفاظ دھیمے اور خفیف مزاج والے استعمال کیے۔ جیسے حضور نبی اکرم ﷺ کی طبیعت میں نرمی ہے، ویسے ہی بیان کردہ ہر لفظ اور ہر حرف میں نرمی ہے۔ جہاں طبیعتِ محمدی ﷺ بیان ہو رہی ہے، ان الفاظ میں ''سکون'' کا اظہار ہے اور جہاں دوسرا انداز بیان کیا ہے، وہاں تحرک ہے۔

مفسرین نے تفاسیر میں اس موضوع کو کبھی بیان نہیں کیا۔ میری کتاب جو مقدمہ تفسیر قرآن پر ہے، میں نے اس میں قرآن مجید کے اعجازِ بیانی کے چند ابواب قائم کیے ہیں، اس کے اندر ان چیزوں کو جزوی طور پر بیان کیا ہے۔ وہ بیان بھی تجوید کے قواعد سے نہیں بلکہ بیان کے قواعد سے ہے اور وہ ایک مختلف رنگ ہے۔ سمجھانا مقصود یہ ہے کہ آقا علیہ السلام کی طبیعت کو رب العزت نے اس خوبصورت انداز سے بیان کیا ہے۔ یہ راز جو میں نے ابھی بیان کیا، یہ عقدہ تو بعد میں اس وقت کھلا جب علمِ تجوید وجود میں آیا۔ یہ الفاظ اور حروف آقا علیہ السلام نے تو تشکیل نہیں دیے تھے بلکہ یہ تو اللہ کی وحی ہیں جو آقا علیہ السلام پر جبرائیل امین علیہ السلام لے کر آتے تھے۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ جہاں جو معنی درکار تھا، وہاں لفظ اور حرف بھی وہ استعمال ہوئے جن کے اندر معنی بھی وہی تھا۔

اس آیتِ کریمہ کے اس انداز سے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نرمی آقا ﷺ کی طبیعتِ مقدسہ کا نمایاں اور nucleus point ہے۔ جو لوگ چاہیں کہ انھیں محمدی طبیعت کا فیض ملے اور وہ محمدی طبیعت، فطرت، مزاج اور اخلاق کی پیروی (follow) کرنا چاہیں، ان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی طبیعت میں نرمی پیدا کر لیں اور اپنے اندر سے سختی کو دور کر لیں۔

(جاری ہے)

# اصلاحِ معاشرہ میں تحریکِ منہاج القرآن کا کردار

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

پوری دنیا میں اگر نظریات کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ امر سامنے آتا ہے کہ جب کبھی انقلابی تصورات پیدا ہوئے ہیں، پروان چڑھے ہیں یا نظریات وجود میں آئے ہیں تو ان کا آغاز خوابوں سے ہوا ہے۔ کوئی ایک خواب دیکھنے والا ہوتا ہے جو ان تصورات اور نظریات کو اپنے علم اور اپنے جذبات سے سینچتا ہے، انھیں اپنی ملک دوستی، عوام دوستی اور علم دوستی کی حرارت میں رکھتا ہے اور پھر انھیں پروان چڑھا کر ایک دعوت کی صورت میں لوگوں کے سامنے رکھتا ہے کہ آؤ! میں نے یہ خواب دیکھا ہے، تم بھی یہ خواب دیکھو اور میرے اس خواب میں میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ بالآخر خوابوں سے شروع ہونے والے انقلابی تصورات اور نظریات، ولولوں، جذبوں اور امنگوں کے سائے میں پروان چڑھتے چڑھتے تحریکوں کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ بعد ازاں یہ تحریکیں جب استقامت اور حکمت و بصیرت کے ساتھ آگے بڑھتی رہتی ہیں تو اس دھرتی پر انقلاب برپا کر دیتی ہیں۔

ایسی ہی کچھ تاریخ تحریک منہاج القرآن کی بھی ہے۔ ہماری قیادت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے بھی اپنی نوجوانی کے ایام میں اس سرزمین پر انقلاب برپا کرنے کا خواب دیکھا۔ یہ خواب اس ملک کے نظام کو بدلنے اور امتِ مسلمہ کو زوال کے اندھیروں سے نکال کر عظمت اور عروج کے انوار میں داخل کرنے کا خواب تھا۔ انھوں نے یہ خواب اس علاقہ (جھنگ)

میں دیکھا جہاں ان کے پاس کوئی وسائل اور ذرائع نہیں تھے مگر وہ دلِ زندہ اور فکرِ تازہ لیے ہوئے تھے۔ ان کا ولولہ جواں تھا۔ انھوں نے اس خواب میں اپنے ہم خیال نوجوانوں کو جوڑنا شروع کر دیا۔ جب علاقے کے نوجوان اس عظیم نوجوان کا خواب سنتے تھے تو انھیں بات کی سمجھ نہیں آتی تھی کہ شہر جھنگ کے چھوٹے سے محلے میں بیٹھ کر یہ نوجوان پوری دنیا کی باتیں کرتا ہے، سرزمینِ پاکستان کے نظام کو بدلنے کی باتیں کرتا ہے، جبکہ ان کے پاس وسائل ہیں اور نہ ساتھ دینے والے مضبوط دست و بازو ہیں۔

وہ نوجوان شاید اس بات سے ناآشنا تھے کہ انقلابیوں کو اسی لیے انقلابی کہا جاتا ہے کہ وہ ایسا عجیب کام کرتے ہیں جو لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ جو لوگوں کی سمجھ میں آجائے، وہ انقلاب نہیں ہوتا بلکہ وہ تو نظام ہوتا ہے۔ انقلابی شخصیت کی سمجھ عامۃ الناس کو اس لیے نہیں آتی کہ وہ ہمیشہ معاشرے کی روش سے ہٹ کر دوسری جانب چلتی ہے۔ سارا جہاں ایک سمت بہتا ہے جبکہ انقلابی دوسری سمت بہتا ہے۔ اسی سبب وہ اور اس کے جملہ کام معاشرے میں رہنے والوں کو عجیب لگتے ہیں۔

شیخ الاسلام نے جو خواب دیکھا، اس خواب کو انھوں نے پوری دنیا میں لاکھوں لوگوں کو دکھا دیا اس میں شریک کر لیا۔ انھوں نے لاکھوں لوگوں کو اس قافلے کا حصہ دار بناتے ہوئے ایسا درد بانٹا ہے کہ پہلے وہ درد ایک سینہ محسوس کرتا تھا، اب لاکھوں سینے وہ درد محسوس کرتے ہیں۔ پہلے وہ اکیلی ذات رات کو جاگتی تھی، اب ایسا درد انھوں نے بانٹا ہے کہ لاکھوں لوگ اس درد میں راتوں کو جاگتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو خود بھی خواب دیکھتے ہیں اور پھر زمانے کو دکھا بھی دیتے ہیں۔ ایسے باہمت و باکمال لوگ پھر اپنے خواب کو صرف خواب نہیں رہنے دیتے بلکہ اس کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے ایک کارواں بھی تشکیل دیتے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن جس کا آغاز آج سے 45 سال قبل 17 اکتوبر 1980ء کو انقلابی تصورات کے خواب سے ہوا، آج وہ جیتی جاگتی اتنی بڑی حقیقت ہے کہ پوری دنیا میں لاکھوں لوگ اس سے وابستہ ہیں اور اس کی فکر کے امین بن چکے ہیں۔ یہ قافلہ اب قافلہ نہیں رہا بلکہ فکری، نظریاتی، انقلابی، بابصیرت اور درد مند لوگوں کا سمندر بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سمندر کو سلامت رکھے اور اس کا تلاطم، جذبہ اور جوش مزید بڑھتا چلا جائے تاکہ ہر باطل اور فرسودہ نظام کو خس و خاشاک کی طرح بہا دے۔ اللہ تعالیٰ اس قافلہ کے سالار شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے تاکہ نظریاتی لوگوں کا یہ گلشن اپنے محبوب قائد کے افکار سے تازگی لیتا رہے، مہکتا رہے، کھلتا رہے اور ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے، یہاں تک کہ اپنے قائد کی قیادت میں ان کی دکھائی ہوئی منزل کو پالے۔

## زوال کے اسباب کی تشخیص اور ماضی کی اصلاحی تحریکوں کا کردار

انقلابی نظریات اور تصورات خوابوں سے شروع ہوتے ہیں لیکن ان خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ سب سے پہلے راستے کا تعین کیا جائے۔ جب راستے کا تعین کر لیں تو منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ اس راہ میں درپیش رکاوٹوں کا صحیح معنی میں جائزہ لیا جائے۔ اگر انسان ان رکاوٹوں سے چشم پوشی اختیار کرے تو اس کے جذبات رائیگاں چلے جاتے ہیں۔ اگر اسے اپنی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کا صحیح معنٰی میں ادراک اور اندازہ نہ ہو تو محنت و ریاضت ضائع چلی جاتی ہے۔ اس لیے منزل کو پانے کے لیے اشد ضروری ہے کہ خواب دیکھا جائے، پھر خواب دیکھ کر راستے کا تعین کیا جائے اور راستے کا تعین کرنے کے بعد منزل تک پہنچنے کی راہ میں درپیش تمام رکاوٹوں کا جائزہ لیا جائے۔

اسلام کی تاریخ چودہ سو سال سے زائد عرصے پر محیط ہے اور اس دوران مختلف ادوار گزرے۔ کبھی سنہرے ادوار تھے مگر آج زوال کا شکار۔۔۔ کبھی دینِ متین اور اس کے ماننے والے عروج اور ترقی کی بلندیوں پر تھے مگر آج پستیوں اور اندھیروں میں ہیں۔۔۔ کبھی مسلم تہذیب عروج و ترقی پر تھی اور دیگر اقوام اور تہذیبیں ان کی طرف دیکھا کرتی تھیں مگر آج یہی امتِ مسلمہ عالمِ مغرب کی طرف دیکھ رہی ہے اور اپنے ہر دنیاوی معاملہ میں ان کی محتاج اور دست نگر ہے۔ ترقی کے یہ مناظر جو آج ہمیں مغرب میں نظر آتے ہیں، طویل عرصہ قبل یہی مناظر امتِ مسلمہ میں نظر آتے تھے مگر گزشتہ چند سو سال سے امتِ مسلمہ زوال کے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہے۔

ہر دور میں امتِ مسلمہ کو زوال سے نکالنے کے لیے تحریکیں اور جماعتیں معرضِ وجود میں آئیں۔ یاد رکھیں! تحریک منہاج القرآن پہلی جماعت نہیں ہے، جس نے امت کے زوال اور درد کا ادراک کیا۔ اس کا احساس صدیوں میں بہت مرتبہ کئی لوگوں میں پیدا ہوا کہ ہم نے وہ عروج کھو دیا، وہ ترقی کی منازل اور عزت کا مقام و مرتبہ کھو دیا اور آج ہم زوال کا شکار ہیں۔ نہ اپنی مرضی سے جیتے ہیں اور نہ آزادی سے اپنے فیصلے کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے ملک کی پالیسی بھی اپنی مرضی سے نہیں بنا سکتے۔ ہماری خارجہ اور معاشی پالیسی بھی کوئی اور بناتا ہے، ہماری مذہبی اقدار بھی ہمیں کوئی اور بتاتا ہے اور ہماری تعلیمی پالیسی بھی کوئی اور بناتا ہے۔ یہ حال فقط پاکستان کا نہیں ہے بلکہ امتِ مسلمہ کے 56 دیسوں کا یہی حال ہے۔ ڈیڑھ ارب سے زیادہ ہو کر بھی کوئی ایک مسلمان ریاست آزاد نہیں ہے۔ امتِ مسلمہ کے اس زوال کا احساس مختلف ادوار میں کیا گیا۔

جب کبھی اس زوال کو محسوس کیا گیا اور اپنے ہاتھ سے ترقی، عزت اور وقار کو جاتے دیکھا گیا تو درد مند لوگ چیخے اور انہوں نے تحریکیں اور تنظیمیں قائم کیں، ادارے بنائے اور اپنے درد کے اظہار کے لیے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ کبھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی صورت میں ایک شخصیت سامنے آئی جو پاک و ہند کے خطے کے اندر لوگوں کو ندا دیتے ہیں۔ ایک طبقہ ان سے جڑ جاتا ہے مگر یہ کام ایک خاص نہج پر رہتا ہے، تحریک میں تبدیل نہیں ہوتا۔ کبھی ہم عالمِ عرب اور افریقہ میں دیکھتے ہیں کہ وہاں کچھ شخصیات وجود میں آ جاتی ہیں جو اسی درد کو محسوس کرتی ہیں۔ اس کی ایک مثال اخوان المسلمین ہے۔ کبھی جمال الدین افغانی کی صورت میں ایک شخصیت زوال پر بات کرتی ہے اور لوگوں کو جمع کرتی ہے اور کبھی امام حسن البنا کی صورت ہمیں نظر آتی ہے۔ الغرض مختلف طبقاتِ معاشرہ میں مختلف شخصیات سامنے آتی رہیں اور امت کو اس دورِ زوال سے نکالنے کے لیے اپنی صلاحیت کے مطابق کاوشیں کرتی رہیں۔

مختلف ادوار میں پیدا ہونے والی ان تحریکوں کا جائزہ لیا جائے تو ہم انھیں تین گروپس میں تقسیم کر سکتے ہیں جو آتے ہوئے زوال کو دیکھ کر دردمندی کی صورت میں وجود میں آئیں۔ یہ تحریکیں غلط نہیں تھیں، ان کے جذبات صحیح دردمندی میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ ان کے جذبات کی خالصیت کی علامت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں امت کے لیے کچھ کرنا ہے، ہمیں آقا علیہ السلام کے مظلوم غلاموں کے لیے کچھ کرنا ہے، ہمیں بے سہارا لوگوں کے لیے کچھ کرنا ہے۔ ان تحریکوں کو درج ذیل تین طرح کے گروپ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

## (۱) سلفی تحریکیں

ایک تحریکوں کا گروپ وہ ہے جسے سلفی تحریک کہا جاتا ہے۔ اس تحریک کے ذمہ داروں نے امت کے زوال کا سبب جاننا چاہا اور امت کے مرض کے نبض شناس بنے تو انہوں نے کہا کہ ”اصل مسئلہ تقلید میں ہے۔ ہم علماء اور فقہاء کی تقلید کرتے ہیں اور پرانی کتب کی تقلید کرتے ہیں، اس کے سبب ہم زوال کا شکار ہوگئے۔ ہمیں براہ راست قرآن اور سنت سے لینا چاہیے۔ ہم نے اللہ رب العزت اور قرآن کو چھوڑ کر محبت و عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں ایک اور نیا دروازہ کھولا ہے اور یہ ہی زوال کا اصل سبب ہے۔“ پس اس سوچ اور مسئلہ کے اس حل کے ساتھ جو تحریکیں وجود میں آگئیں وہ سلفی بن گئیں۔

ان کی اس سوچ سے عقائد میں گمراہی پیدا ہونا شروع ہوئی اور انتہا پسندی وجود میں آئی۔ آغاز انہوں نے امت کے درد میں کیا لیکن گمراہی اس وقت شروع جب انہوں نے زوال کی تشخیص غلط کی

اور کہا کہ امتِ مسلمہ کو درپیش مسئلہ تقلید ہے۔ پس اس غلط تشخیص کا نتیجہ بھی غلط نکلا اور عقائد میں گمراہی اور فتنہ پھیل گیا۔

## (۲) لبرل تحریکیں

دوسرا طبقہ اور گروہ لبرل تحریکوں کا وجود میں آیا۔ اس کی مثال سید جمال الدین افغانی، مفتی عبدہ، سید قطب اور دیگر شخصیات ہیں جو عرب اور افریقہ میں وجود میں آئیں۔ ان شخصیات اور ان کی قائم کردہ تحریکوں کو میں لبرل تحریکیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ان شخصیات اور تحریکوں نے عقیدہ پر بات نہیں کی۔ اس لیے اگر ان لبرل تحریکوں اور ان کی شخصیات کا مطالعہ کیا جائے تو ہم یہ جان ہی نہیں سکتے کہ وہ کس عقیدہ کے ماننے والے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ”مسلمانوں کا زوال علمِ دین اور عقیدہ سے متعلق نہیں ہے۔ مغرب نے چونکہ سائنسی ترقی بہت کرلی ہے، مسلمان پیچھے رہ گئے ہیں، مسلمان قدامت پسند (conservative) ہیں، پسماندہ ہیں، پرانی اقدار کے ماننے والے ہیں اور ہر وقت صرف مدرسے میں علمِ دین کی بات کرتے ہیں، اس سبب سے وہ زوال کا شکار ہیں۔ ہمیں عالمِ مغرب کی پیروی کرنا ہے، ہمیں سائنس اور جدید تحقیقی انداز کو لے کر چلنا ہے۔“

نتیجتاً یہ لوگ دین کو پیچھے چھوڑنے والے بن گئے۔ انہوں نے سیاست کو اپنایا اور مسلم مفکرین سیاسی میدان میں آگے بڑھے۔ انھوں نے اپنی اصل یعنی روحانیت کھو دی۔ اخلاق، اصلاحِ احوال، قرآن، سنت اور دینی و روحانی مضامین کو چھوڑ دیا۔ جب یہ مذہبی مفکرین سیاسی مفکرین بن گئے تو انہوں نے اپنی سیاسی جدوجہد شروع کردی۔ پاکستان میں بھی آج کئی ایسی جماعتیں نظر آتی ہیں جو مذہبی روپ کے اندر صرف سیاست کرتی ہیں۔ یہ اسی لبرل تحریکوں کا بچا کچھا سامان ہے۔

اس طبقہ نے بھی اپنی سمجھ کے مطابق امت کے زوال کی تشخیص کی لیکن منزل نہیں پا سکے۔ انھوں نے بھی تحریکیں اور سیاسی جدوجہد شروع کی مگر جب انھیں اپنی راہ میں رکاوٹوں کا سامنا ہوا، مخالفتوں کا سامنا ہوا، حکومت کی طرف سے مظالم کا سامنا ہوا۔ ان مذہبی رہنماؤں کو اپنی سیاسی جدوجہد کے دوران جب اس بات کا ادراک ہوا کہ ہم مغرب کو سائنسی میدان میں نہیں ہرا سکتے اور ہر قدم پر انھیں جب مخالفت کا سامنا ہوا تو پھر یہ جمہوری اصول (democratic norms) بھی بھول گئے، یہ چونکہ اپنی اصل میں مذہبی رہنما تھے، لہٰذا انھیں فوری جذبۂ جہاد یاد آیا اور جہاد کی کال دینے لگے۔ یہیں سے ان میں انتہا پسندی اور عسکریت پسندی (militancy) داخل ہوگئی اور انھوں نے اسلحہ اٹھالیا۔ ان لبرل تحریکوں کے بڑے بڑے مفکرین خود بھی عسکری بن گئے۔ بعدازاں یہ تحریکیں اور ان کے رہنما بھی ختم ہوگئے۔ بے شمار شہادتیں اور جانیں بھی دیں مگر مرض کی درست تشخیص نہ

کر سکنے کے سبب یہ انتہا پسندی اور دہشت گردی کی طرف مائل ہوگئے۔ ان لبرل تحریکوں کا آغاز امتِ مسلمہ کے درد کو محسوس کرنے سے ہی ہوا کہ امت کو کچھ مدد چاہیے، امت کے لیے کھڑا ہونا ہے۔ یہ دردمندی کے اظہار میں اپنے ملک و قوم کے لیے باوقار طریقے سے کچھ کرنے کے جذبے سے معرضِ وجود میں آئے لیکن تشخیص غلط کر کے جذباتی ہوگئے اور انتہا پسندی کی طرف چلے گئے۔

## (۳) سیکولر تحریکیں

امت کے زوال کو عروج میں بدلنے کے خواہشمندوں میں سے تیسرا گروہ ان تحریکوں کا ہے جو سیکولر تحریکیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کی بنیاد کے ساتھ ہی مسئلہ ہے۔ یہ دین بیزار طبقات تھے۔ ان میں سے اکثر مغرب کے مفکرین ہیں۔ انہوں نے اپنا دین مستشرقین کو پڑھ کر سیکھا۔ انہوں نے اپنی بنیاد پر سوال اٹھا دیے کہ قرآن مجید کا از سرِ نو جائزہ لینا چاہیے۔ یہ کبھی احادیث کا انکار کرنے لگے کہ احادیث کا وجود یقینی نہیں ہے، لہذا ہمیں اس پر توجہ نہیں دینی چاہیے۔ کبھی کہا کہ دین کی از سرِ نو تعبیر (interpretation) کر دی جائے کہ اس میں ہر طرح کی گنجائش پیدا ہو سکے۔ یعنی یہ تحریکیں اپنی اصل کو خود کریدنے لگ گئیں اور قرآن اور سنت پر بھی انگلی اٹھانے لگ گئیں۔ عالم مغرب، امریکہ، یورپ، آسٹریلیا الغرض ہر جگہ معاشرے میں انھوں نے اپنے افکار کو پھیلانا شروع کیا۔ لازمی بات ہے کہ انھوں نے بھی مرض کی غلط تشخیص کی نتیجتاً یہ بھی ناکام ٹھہرے۔

## منہاج القرآن اور امتِ مسلمہ کے زوال کی تشخیص

مذکورہ تینوں طبقات اور گروہوں نے نعرہ یہی لگایا کہ ہمیں امت کے درد کا احساس ہے، امت کا یہ زوال ہم نہیں دیکھ سکتے، ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی امت میں افلاس، غربت اور غلامی نہیں دیکھ سکتے۔ انھوں نے اپنی سوچ کے مطابق زوال کی تشخیص کی اور پھر خود ہی اس کا علاج تجویز کیا مگر غلط راہوں پر چلے گئے۔ ایک گروہ نے اپنی بنیادیں ہی رد کر دیں، دوسرے متشدد ہو گئے، اور تیسرے عسکری بن گئے۔ ان میں سے کوئی بھی طبقہ حقیقی مقصد اور راہ میں توازن (balance) قائم نہیں کر سکا۔ وہ توازن اور اعتدال کا راستہ جو تاجدارِ کائنات ﷺ کی عطا تھی۔

اس طرح مختلف ادوار گزرتے گزرتے ایک ایسا دور آیا جس کے اندر تصوف کی بات کریں تو تصوف میں گمراہی اور رسم پرستی عروج پر تھی اور تصوف بیچا جا رہا تھا۔۔۔ علمِ دین کی بات کریں تو علمِ دین جمود کا شکار ہو گیا تھا اور اس میں کوئی اضافہ نہیں تھا۔۔۔ امراء، جاگیر دار، سرمایہ دار، لوگ ہی سیاست کرتے تھے اور برسرِ اقتدار آتے تھے۔۔۔ وسائل کی تقسیم کے حوالے سے ایک واضح فرق تھا

جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ عوام الناس کو اپنے حقوق کا تصور ہی نہیں تھا اور ہر شعبہ میں اصلاحات صرف نعرہ ہی بن کے رہ گئی تھیں۔۔۔ امتِ مسلمہ بالخصوص پاکستان میں انتہا پسندی اور دہشت گردی اپنے عروج پر چلی گئی تھی اور صورتِ حال یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ اگر عالمِ مغرب کا کوئی شخص کسی مسلمان کو دیکھتا تو اسے دہشت گرد کہتا تھا۔

چنانچہ جیسا کہ ہر دور میں درد محسوس کرنے والے، درد شناس اٹھتے رہے ہے، اسی طرح اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری جیسی ایک شخصیت پیدا کی۔ آپ بھی امت کے ہمہ جہتی زوال کو دیکھ کر اسے عروج میں بدلنے کی خواہش لے کر میدانِ عمل میں آئے اور 17 اکتوبر 1980ء کو تحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھی۔ آپ میں اور ماضی میں قائم ہونے والی تحریکوں کے اندر ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ آپ ایک ایسے مردِ حق ہیں کہ اللہ کی توفیق اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلینِ پاک کے تصدق سے مرض کی صحیح تشخیص کی۔ پہلے والوں کی عقل پر جذبات حاوی آجاتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی صورت میں ایک ایسی شخصیت دی جو متوازن (balanced) ہے۔ فکری محاذ اور انقلابی محاذ پر ان کے جذبات ان کی عقل پر حاوی نہیں ہوئے۔ آج کے دور میں جو شے چاہیے تھی، انھوں نے اسی شے کی بات کی اور آگے بڑھے۔ آپ نے امت کے مرض کی نہ صرف درست تشخیص کی بلکہ قابلِ عمل حل تجویز کرتے ہوئے اسے روبہ عمل لانے کے لیے نہ صرف کوشاں ہیں بلکہ کامیابی کے ساتھ آگے بھی بڑھ رہے ہیں۔

ہم تحریک منہاج القرآن سے پہلے مختلف ادوار میں معرضِ وجود میں آنے والی تحریکوں کا جائزہ لے چکے کہ کوئی تحریک اور اس کی قیادت جذبات میں آکر سیاست اور عسکریت پسندی کی طرف چلی گئی کہ اپنا حق چھین کر لیں گے۔۔۔ کوئی کہتا ہے متشدد ہو جاؤ۔۔۔ کسی نے کہا کہ اسلام کی اصل کے ساتھ (معاذاللہ) مسئلہ ہے۔ مگر جب ہم تحریک منہاج القرآن کی قیادت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی شکل میں ایک ایسی متوازن قیادت اور شخصیت کو دیکھتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ وہ یہ نداء دیتے ہوئے ہیں کہ نہ ہماری اصل کے ساتھ مسئلہ ہے، نہ ہمیں متشدد ہونے کی ضرورت ہے، نہ انتہا پسند ہونے کی ضرورت ہے اور نہ عسکریت پسند ہونا ہے بلکہ ہماری راہ وہی ہے جو تاجدارِ کائنات ﷺ کی ہے۔ حقیقت میں تحریکیں بہت سی اٹھیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دور میں تاجدارِ کائنات ﷺ کا صحیح نمائندہ عطا فرمایا، نائب الرسول ﷺ عطا فرمایا کہ جس نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی فکر کو صحیح انداز میں سمجھا اور ہمیں سمجھایا۔ ان پر جذبات حاوی نہیں آئے بلکہ جو حقیقت ہے، اسی کو سمجھ کر لوگوں تک پہنچایا۔

# تحریکِ منہاج القرآن کی انفرادیت

سوال یہ ہے کہ شیخ الاسلام کے افکار اور ان کی تحریک تحریکِ منہاج القرآن کس طرح پہلے زمانوں میں برپا ہونے والی تحریکوں سے جدا ہے؟ آپ کے افکار بقیہ سے مختلف کیسے ہیں؟ وہ کیا شے ہے جو آپ کو دوسروں سے جدا کرتی ہے؟

اس بات پر ہم سب کا اتفاق ہے کہ ہر دور میں حالات کو تبدیل کرنے کے لیے افکارِ تازہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ افکارِ تازہ ان طریقوں کی صورت میں وجود میں نہیں آسکتے، جن افکار و نظریات پر ماضی میں تحریکیں چلتی رہیں۔ آج اگر کوئی کہے کہ میں نے نئی بات کرنی ہے اور وہ عسکریت پسندی و انتہا پسندی کو اپنائے، تو یہ نئی بات نہیں ہے۔ کوئی کہے کہ خود کش بمبار بن جاؤ اور حکمرانوں کے محلات میں داخل ہو جاؤ، تو یہ افکار تازہ نہیں ہیں۔ کوئی کہے کہ میں اسلام کی اصل کو رد کرتا ہوں، یہ میری فکرِ تازہ ہے، کوئی کہے کہ میں نے یہ فکرِ تازہ دینی ہے کہ میں محبت و عشقِ رسول ﷺ پر سوال اٹھاؤں گا، کوئی کہے کہ میری فکرِ تازہ یہ ہے کہ میں سیکولر بنوں گا، کوئی کہے کہ میری فکرِ تازہ یہ ہے کہ ہم تقلید کو تسلیم نہیں کریں گے، ہم کیوں اہل اللہ اور بزرگانِ دین کا احترام کریں، تو یاد رکھیں کہ یہ افکارِ تازہ نہیں ہیں۔ ماضی میں یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے۔

اس تناظر میں اگر ہم شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے افکارِ تازہ کا مطالعہ کریں تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ انہوں نے نہ پرانے بزرگوں کا احترام کم ہونے دیا ہے۔۔۔ نہ ائمہ کی تقلید چھوڑی ہے۔۔۔ نہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی محبت کے سوا کچھ اور درس دیا ہے۔۔۔ نہ سائنس اور جدید ترقی کے خلاف بات کی ہے کہ عالمِ مغرب عالمِ کفر ہے، ان کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔۔۔ انھوں نے ایسا کچھ نہ کہا بلکہ سائنس کی بات کی ہے اور علم و سائنس سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی ہے۔۔۔ آپ نے سیکولر ایجوکیشن کے خلاف بات نہیں کی بلکہ کہا ایک ہاتھ سے علمِ دین تھامو اور دوسرے ہاتھ سے ماڈرن ایجوکیشن تھامو اور ان دونوں طرح کی تعلیم میں اپنا مقام پیدا کرو۔۔۔ آپ نے نئی بات کرنے کے نام پر تصوف سے بیزاری کا اعلان نہیں کیا بلکہ کہا میں رسمی تصوف کے خلاف ہوں، اصل تصوف عملی تصوف ہے۔ ایسے صوفی بن جاؤ جو اس دنیا میں بھی کامیاب ہو اور آخرت میں بھی کامیاب ہو، جو اس دنیا میں بھی تاجدارِ کائنات ﷺ کے لیے جیتا ہو اور جس کا شمار آخرت میں بھی آقا علیہ السلام کے غلاموں میں ہو۔۔۔ آپ نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے عطا کردہ کسی بھی نظام اور اصل تعلیمات پر کوئی سوالیہ نشان نہیں اٹھایا بلکہ ہر شے کی اس دور میں تجدید (revival) کی

ہے۔۔۔ دینِ اسلام کی حقیقی تعلیمات کے اوپر پڑی ہوئی گرد کو ہٹایا ہے اور اس کا اصل رخ دنیا کو دکھایا ہے۔۔۔ آپ نے اصل سے لوگوں کو جوڑا ہے اور اس دور میں ایک بار پھر شراب کوہن کو نئے جام میں پیش کیا ہے۔

## تحریکِ منہاج القرآن اور پیش آمدہ مسائل کا حل

تحریک منہاج القرآن ماضی میں اور حال میں چلنے والی تمام متشددانہ، لبرل اور سیکولر تحاریک سے بالکل جدا ہے۔اس کے اندر وہ خوبصورت توازن (balance) موجود ہے جو امتِ مسلمہ کو عروج و بلندی پر فائز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ان شاء اللہ ایک دن ہم اس میں کامیاب بھی ہوں گے۔ ماضی میں برپا ہونے والی کئی تحریکوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا کہ اب اجتہاد نہیں ہو سکتا اور کئی نے کہا کہ ہر آدمی اجتہاد کر سکتا ہے۔

شیخ الاسلام نے اس حوالے سے ایک ایسی متوازن (balanced) بات فرمائی کہ دینِ اسلام کا رخِ روشن دنیا کے سامنے واضح ہو گیا۔ آپ نے کہا اجتہاد اسی کو زیب ہے جو مجتہد ہے۔ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ اس کی وجہ سے اسلام کا جسد زندہ ہے۔ اس طرح آپ نے متوازن فکر سے کام لیا۔ آپ نے ہر مسئلہ میں قرآن وسنت کی عطا کردہ اصل تعلیمات کی روشنی سے امتِ مسلمہ کو درپیش نئے مسائل کا حل ایک متوازن سوچ و فکر کے ساتھ عطا فرمایا۔

قومی و بین الاقوامی سطح پر کوئی بھی مسئلہ درپیش ہو، ہر موقع پر تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام نے اس کا ایسا آبرومندانہ اور قابلِ عمل حل عطا فرمایا ہے کہ جس سے نہ صرف مرض کی تشخیص ہوتی ہے بلکہ اس کا حل بھی میسر آتا ہے۔ وہ کسی بھی معاملہ میں اپنے جذبات کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیتے بلکہ حکمت و بصیرت کے ساتھ معاملات کو حل کرتے نظر آتے ہیں۔ اس راہ پر چلتے ہوئے خواہ انھیں کیسی ہی مشکلات اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑے، وہ نورِ بصیرت کی روشنی میں آگے بڑھتے رہتے ہیں اور بالآخر اُن کی بات روزِ روشن کی طرح ہر ایک پر عیاں ہو جاتی ہے۔

دینی و دنیاوی تعلیم کے امتزاج کی بات ہو۔۔۔ تحفظ ناموس رسالت کی بات ہو۔۔۔ سیاسی و انتخابی نظام کی اصلاح کی بات ہو۔۔۔ معاشی و معاشرتی اصلاحات ہوں۔۔۔ دین کے فروغ کے لیے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال ہو۔۔۔ دہشت گردی کے خلاف فتویٰ ہو، الغرض ہر مسئلہ پر وہ حق بات کہتے ہیں اور حق کا علم لہراتے ہیں۔ خواہ سارا جہاں ان کے خلاف کھڑا ہو، وہ بے پرواہ ہو کر آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ کوئی عالم کیا کہتا ہے، مسالک کیا کہتے ہیں، سارا جہاں کیا کہتا ہے، انھیں ذرہ برابر پرواہ نہیں ہوتی، وہ

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی توفیق کے ساتھ مستقل مزاج ہو کر اپنے موقف پر ڈٹے رہتے ہیں۔ یہ ان کے علمی مقام و مرتبہ اور نورِ بصیرت کا اظہار ہے۔ اس لیے کہ انھیں معلوم ہے کہ انھوں نے ہر صورت لوگوں کو صحیح راہ دکھانی ہے۔

پھر بعد ازاں تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ ان کا کہا سچ ثابت ہوتا ہے۔ وہ تو ہمیشہ بروقت خبردار کر دیتے ہیں، یہ ہماری سمجھ بوجھ ہے کہ ہم اپنے قائد کی اس فکر کو نہیں سمجھ پاتے اور عوام الناس اس سے استفادہ نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام لوگوں کی طرح جذباتی ہو کر فیصلے نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ایک مجدد کا کام حق کہنا اور لوگوں کو حق کی طرف واپس لے کر آنا ہے۔ جذبات میں گھبرا کر جو اپنی فکر بدل لے، وہ مجدد نہیں ہوتا بلکہ مجدد اپنی بات پر قائم رہتا ہے۔ وہ شمع کے گرد نہیں گھومتا بلکہ وہ خود شمع ہوتا ہے اور جہاں اس کے گرد گھومتا ہے۔ مجدد اپنی بات کہہ دیا کرتا ہے، جب جس کو سمجھ آجائے، وہ پروانہ بن کے لوٹ آئے، وہ شمع کی مانند اپنی جگہ موجود رہتے ہیں۔

شیخ الاسلام اور تحریک منہاج القرآن کی فکر دوسروں کی فکر اس لیے مختلف ہے کہ شیخ الاسلام متوازن (balanced) سوچ و فکر کے حامل ہیں۔ وہ آغاز سے ہی ایسا کام نہیں کرتے جسے بعد میں رد کرنا ہو۔ وہ ہمیشہ آقا علیہ السلام کی بارگاہ سے ملنے والی خیرات سے سوچتے ہیں، اسی خیرات سے عطا کرتے ہیں، پیکرِ استقامت بنے حق بات پر ہمیشہ ڈٹے رہتے ہیں اور جس فکر کو عام کرنا ہو، اس فکر کو ہمیشہ عام کرتے رہتے ہیں۔

## تحریکِ منہاج القرآن: فکر اور عمل کا حسین امتزاج

شیخ الاسلام نے اس نظام کو تبدیل کرنے کے لیے نہ صرف فکر عطا کی بلکہ عملی جدوجہد بھی کی۔ آپ نے صرف خطابات نہیں کیے، صرف کتابیں نہیں لکھیں، صرف تعلیم کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام نہیں دیے اور نظام کو صرف فکری طور پر چیلنج ہی نہیں کیا بلکہ تحریک بنا کر اور دنیا کے ۹۰ ممالک کے اندر ادارے قائم کر کے اس کے لیے عملی جدوجہد بھی کی ہے۔ صرف سوال نہیں اٹھایا بلکہ ہر سوال کا ہمیشہ حل عطا کیا۔ ان کے خطابات، کتب اور ادارے اس بات کے گواہ ہیں کہ انھوں نے معاشی، تعلیمی اور سیاسی مسائل کے باقاعدہ قابلِ عمل حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دے کر امت کو افکارِ تازہ سے روشناس کروایا ہے۔

ان کی سیاست پر اعتراض کرنے والے اصل میں سیاست کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔ آپ سیاست کے اندر نہ ڈکٹیٹر شپ کے قائل ہیں اور نہ ہمارے ہاں رائج ڈیموکریٹک

(democratic) نظام کے قائل ہیں جس کے اندر گدھے اور گھوڑے کی ایک قیمت لگتی ہے۔ آپ ہمیشہ ایسے نظامِ سیاست کے قائل رہے جس کے اندر اہل لوگ برسرِ اقتدار آئیں اور عامۃ الناس کو ان کے حقوق ملیں۔ آج تحریک منہاج القرآن ہو یا پاکستان عوامی تحریک، شیخ الاسلام کے ان ہی افکار تازہ کو عام کرنے میں مصروفِ عمل ہے اور آج بھی مصطفوی معاشرے کے قیام اور بیداریِ شعور کے لیے دستک دے رہی ہے۔

اس فرسودہ سیاسی و انتخابی نظام میں اگر ہم اپنا حصہ لینا چاہتے تو قطعاً مشکل نہیں تھا مگر ہم نے اپنا مقصد نہیں بیچا۔۔۔ اپنی قدریں نہیں بیچیں۔۔۔ حق نہیں بیچا۔ ہم آج بھی ڈٹے ہوئے ہیں۔ غلط کو غلط کہتے ہیں اور حق بات پر قائم ہیں۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم اس نظام کا حصہ نہیں بنے۔ کل بھی حق کہتے تھے، آج بھی حق کہتے ہیں اور آئندہ بھی حق کہیں گے۔ ہمارا قائد لوگوں کے جذبات کے پیچھے نہیں جاتا۔ ہم اپنی روش نہیں بدلیں گے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمیں یہ روش مکینِ گنبدِ خضریٰ سے ملی ہے، ہم اسی پر ڈٹے رہیں گے، شعور کی بیداری کرتے رہیں گے اور لوگوں کے اذہان پر دستک دیتے رہیں گے۔

مصطفوی انقلاب کا سفر جاری ہے۔ ہمارا ہر اگلا قدم، اگلا لمحہ اور اگلا دن ہمیں ہماری منزل کے قریب لے جارہا ہے۔ ہمارا قافلہ اپنے قافلہ سالار کی قیادت میں اپنی منزل کی طرف تیزی سے گامزن ہے۔ حکمت عملیاں بدلتی رہتی ہیں، لیکن منزل وہی ہے جسے ہم سب جانتے ہیں۔

آیئے! تحریک منہاج القرآن کے 45ویں یومِ تاسیس کے موقع پر عہد کریں کہ ہم نے استقامت کے ساتھ اپنے سفر کو جاری و ساری رکھنا ہے۔ لوگوں کے اذہان پر دستک دیتے رہنا ہے اور شعور کی بیداری کی مہم کو جاری و ساری رکھنا ہے۔ بیداری شعور ہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم اس سرزمینِ پاکستان کو ایک مصطفوی معاشرے میں بدل سکتے ہیں اور لوگوں کے احوال بدل سکتے ہیں۔ اسی شعور کی بیداری کے ذریعے لوگوں کی تقدیر سنور سکتی ہے، اس لیے ہمیں اس شعور کی بیداری کی دستک دیتے رہنا ہے تاکہ ہم عوام الناس میں مصطفوی معاشرے کے قیام کا احساس زندہ کر سکیں۔

# 42ویں عالمی میلاد کانفرنس 2025ء

رپورٹ: ابدال احمد میرزا

تحریکِ منہاج القرآن کی پہچان محبت و عشقِ رسول ﷺ ہے اور میلاد النبی ﷺ کی محافل اسی محبت کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی سرپرستی میں دنیا بھر میں میلاد کی محافل منعقد کی جاتی ہیں جن کے ذریعے اُمت کے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ کو مزید اجاگر کیا جاتا ہے۔ تمام اہلِ ایمان اور عشاقِ مصطفی ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی کو شایانِ شان انداز میں منانے کے لئے اس میں بطور خاص شریک ہوتے ہیں۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیر اہتمام 42ویں عالمی میلاد کانفرنس 5 ستمبر (جمعۃ المبارک) ایوان اقبال لاہور میں منعقد ہوئی۔ ہر سال یہ عالمی میلاد کانفرنس مینار پاکستان کے سبزہ زار میں ہوتی ہے، مگر اس سال سیلاب کی وجہ سے شیخ الاسلام نے فیصلہ کیا کہ کانفرنس پر اٹھنے والے انتظامی اخراجات سیلاب متاثرین کی مدد پر خرچ کئے جائیں، اس لئے عالمی میلاد کانفرنس مینار پاکستان کی بجائے ایوان اقبال لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے آن لائن شرکت کی اور اپنا علمی ، فکری اور تربیتی خصوصی خطاب ارشاد فرمایا۔ چیئرمین سپریم کونسل پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، عرب شیوخ فضیلۃ الشیخ الدکتور عبد الملک البرودی ، فضیلۃ الشیخ الأستاذ الدکتور أحمد بدرۃ اور محفل ٹی

وی تہران کے عالمی شہرت یافتہ قراء کرام شیخ القراء قاری حامد شاکر نژاد، استاذ القراء قاری حسنین جعفر حسن الحلو، زینت القراء صالح مہدی زادہ اور سید جلال معصومی، گورنر پنجاب سردار سلیم حیدر خان اور ملک بھر سے نامور علماء کرام، مشائخ عظام، اساتذہ، وکلاء، جملہ مرکزی قائدین منہاج القرآن اور ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے نمایاں خواتین و حضرات نے خصوصی شرکت کی۔ اس کانفرنس کی رپورٹ نذرِ قارئین ہے:

ماہِ ربیع الاول کی مبارک راتوں میں جب آسمان سے نور کی بارشیں ہو رہی ہوں اور زمین پر عشقِ رسول ﷺ کے دیوانے اپنی محافل سجا رہے ہوں تو تحریک منہاج القرآن کی جانب سے منعقد ہونے والی عالمی میلاد کانفرنس کی روحانیت اور نورانیت ہر دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اس سال 42 ویں عالمی میلادالنبی ﷺ کانفرنس کا انعقاد لاہور کے ایوانِ اقبال میں ایک ایسی پر شکوہ محفل کا روپ دھار گیا تھا جہاں عشق، محبت اور اطاعت کا ایک بحرِ بے کراں موجزن تھا۔ ایوانِ اقبال، لاہور میں عشاقِ رسول کا ایک خوبصورت اور پر وقار اجتماع محض ایک اجتماع نہیں، بلکہ ایمان اور محبت کا ایک بحرِ بے کراں تھا۔

اس عالمی میلاد کانفرنس کے پہلے سیشن میں نامور قراء اور نعت خوانان نے حاضری کی سعادت حاصل کی۔ نظامت ایجوکیشن و پروفیشنل ڈویلپمنٹ منہاج القرآن اور نظامت تربیت کے سکالرز نے نقابت کے فرائض سرانجام دیے۔ ہر طرف نعت رسول مقبول ﷺ کی گونج اہل ایمان کے قلوب و ارواح کو جلا بخشتی رہی تھی۔ مختلف خوش الحان ثناء خوانوں نے اپنی شیریں آواز میں جب نعتوں کے نذرانے پیش کیے تو حاضرین کے دلوں میں عشقِ مصطفی ﷺ کی شمع مزید روشن ہو گئی اور ہر سو ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ہر زبان پر "نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت، سرکار کی آمد، مرحبا" کے پر جوش نعرے تھے۔ فضا میں ایسی وارفتگی اور سرور تھا کہ ہر چہرہ چمک رہا تھا اور آنکھوں سے ٹپکتے آنسو

محبت کی گواہی دے رہے تھے۔ نعتوں کے کلام ایسے تھے کہ سننے والے اپنے محبوب آقا ﷺ کی یاد میں کھو جاتے۔

پہلے سیشن کا اختتام ہوتے ہی محفل مزید پر شکوہ اور منظم ہوگئی۔ دوسرا سیشن تلاوتِ کلامِ مجید سے شروع ہوا اور پھر نعت خوانی کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ تمام مراحل جذبے اور عقیدت کی ایسی آمیزش سے بھرے تھے کہ ہر کوئی اپنی حاضری کو باعثِ فخر محسوس کر رہا تھا۔ اس سیشن میں معزز مہمانوں کی آمد ہوئی اور پورا ہال نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کی گونج سے بلند ہوگیا۔ ہال میں موجود ہر شخص اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے مہمانوں کا استقبال کر رہا تھا۔ چیئرمین سپریم کونسل پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی آمد نے محفل کو وقار بخشا۔ ان کے ساتھ گورنر پنجاب محترم سردار سلیم حیدر خان، عرب شیوخ اور معزز ایرانی قراء بھی تشریف لائے جن کا پرجوش استقبال کیا گیا۔

**عالمی میلاد کانفرنس میں ایرانی قراء کی شمولیت** اس عالمی میلاد کانفرنس کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔ محفل ٹی وی چینل تہران سے تعلق رکھنے والے شیخ القراء قاری حامد شاکر نژاد، استاذ القراء قاری حسنین جعفر حسن الحلو، زینت القراء صالح مہدی زادہ اور سید جلال معصومی نے اپنے مخصوص انداز میں تلاوتِ قرآن مجید اور نعتِ رسولِ مقبول ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ ان کی پرتاثیر قرأت نے حاضرین پر گہرا روحانی اثر چھوڑا اور ہر کوئی ان کی دلکش آواز اور لہجے میں کھو گیا۔ ان قراء نے قرآن مجید کی ایسی مسحور کن تلاوت کی جس سے عشقِ قرآن کی ایک نئی لہر دوڑ گئی اور سینے روشن ہو گئے۔ انہوں نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کی شان میں منقبت بھی پیش کی، جس نے ہر دل کو محبتِ اہل بیت سے سرشار کر دیا۔

اس موقع پر ان قراء نے عربی اور فارسی زبان میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا اور کہا کہ آج ہم پاکستان میں اپنے پیاروں کے درمیان ہیں اور یہ بابرکت اور خوبصورت اجتماع ہے۔ اہلِ عراق کی طرف سے، امام حسین علیہ السلام کی طرف سے اور مولیٰ ابوالفضل العباس علیہ السلام کی طرف سے آپ سب کو سلام پیش کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی حمایت میں کھڑے ہیں۔ ہم شیخ الاسلام کی اسلام بارے عالمی خدمات کے بارے میں آگاہ ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری جس طرح قرآن مجید کی خدمت کر رہے ہیں، وہ قابل تحسین ہے۔ اللہ آپ سب کو برکت دے۔

ناظم اعلیٰ منہاج القرآن انٹرنیشنل محترم خرم نواز گنڈاپور نے استقبالیہ کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ آج اس خوبصورت موقع پر جتنے احباب اور مہمانان گرامی تشریف لائے ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہ کانفرنس اس وقت پاکستان میں؛ پنجاب، سندھ، خیبر پختون خوا، بلوچستان، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان میں پانچ سو مقامات پر اور دنیا بھر موجود منہاج القرآن کے مراکز پر منہاج ٹی وی کے ذریعے براہِ راست دکھائی جارہی ہے اور اس طرح اس عالمی میلاد کانفرنس کا دائرہ کار صرف اس ہال تک محدود نہیں رہا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے پاکستان میں حالیہ سیلاب کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا کہ اس سال ہم میلاد مصطفیٰ ﷺ کی کانفرنس مینار پاکستان کے سبزہ زار کی بجائے محدود پیمانے پر کریں گے، جس کے سبب آج یہ عالمی کانفرنس ایوانِ اقبال میں انعقاد پذیر ہے اور جو اخراجات مینار پاکستان کی عظیم الشان محفل پر ہونے تھے، وہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے ذریعے سے ہم سیلاب زدگان کی امداد کے لیے خرچ کریں گے۔

اس محفل کی سب سے اہم کڑی مقررین کے خطابات تھے، جن میں سے ہر ایک نے امت مسلمہ کے لیے وحدت، محبت اور عمل کا پیغام دیا۔ ان معزز مہمانان گرامی کے خطابات کے خلاصہ جات درج ذیل ہیں:

محترم علامہ عبدالخبیر آزاد (چیئر مین رویت ہلال کمیٹی پاکستان) نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے کہ بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ دو۔ میرے اور آپ کے پیغمبر محسن انسانیت، محسن کائنات، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کا بھی فرمان یہ ہے کہ تم میں بہترین انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ ان ہی تعلیماتِ اسلام کی روشنی میں منہاج القرآن نے مینار پاکستان پر منعقد ہونے والی اپنی عالمی میلاد کانفرنس کو اس ہال میں کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے اخراجات سیلاب زدگان کی مدد پر خرچ کر رہے ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ رحمت للعالمین بن کر تشریف لائے۔ آج ہم نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کو بڑے شان و شوکت سے منا رہے ہیں۔ ہماری شانیں، ہماری عزتیں، ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ ہم اپنے نبی کے میلاد اور سیرت کے پروگرامز بڑے شان و شوکت سے منا رہے ہیں، یہ ہم پر حق ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری پوری دنیا میں تعلیماتِ اسلام اور حضور ﷺ کے پیغامِ امن کو عام کر رہے ہیں۔ منہاج القرآن اور شیخ الاسلام پورے ملک میں قرآن اور پیغمبر دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے روشنی حاصل کرتے ہوئے دہشت گردی، انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں۔ آج ہم سب نے اس امن، محبت، وحدت اور unity کی آواز کا ساتھ دینا ہے اور اسے دنیا بھر میں پھیلانا ہے۔

محترم علامہ مفتی محمد زبیر فہیم (صدر اتحاد المدارس العربیہ پاکستان) نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ حضور رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ ہمیں جس بات کی تعلیم دیتی ہے، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد

طاہر القادری صاحب نے اسی پر عمل کرتے ہوئے اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اس پروگرام کو مینار پاکستان سے یہاں منتقل کیا۔ اس پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ حضور رحمت عالم ﷺ کی تعلیمات میں اتنی وسعت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی حیات طیبہ میں تمام مذاہب کے لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے قبائل اور دیگر لوگوں کے ساتھ جو معاہدات کیے ہیں، ان میں اسی بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ اسلام اپنے دامن میں بڑی وسعت رکھتا ہے۔ جب اسلام ہمیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ ہم دوسرے مذاہب کے ساتھ چل سکتے ہیں تو پھر ہم مسلمان اپنے مسالک کے تعارف کے ساتھ ایک جگہ کیوں نہیں چل سکتے؟ یہ ہی پیغام تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا ہے۔ آج اس کانفرنس کا انعقاد اور یہ خوبصورت گلدستہ کہ جس میں تمام مکاتب فکر اور تمام مسالک کے لوگ اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں، یہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور یہ اسی کا تسلسل ہے۔ آج ہمیں وطن عزیز ملک پاکستان میں بھی اس اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں حضور رحمت عالم ﷺ کی رحمت سے فیض پاتے ہوئے اسی طرح اتحاد و محبت کے ساتھ، پوری امت میں اس پیغام کو عام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

محترم سردار سلیم حیدر خان (گورنر پنجاب) نے عالمی میلاد کانفرنس کے شرکاء سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ میرے لیے اس سے بڑھ کے کوئی اعزاز کی بات نہیں ہے کہ آج 42ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کا دن منانے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ وجہ تخلیق کائنات محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کے ذکر کو بلند کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں موقع دیا۔ میں

منہاج القرآن کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں، جنہوں نے پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے دیے ہوئے راستہ کے مطابق پاکستان میں اور عالمی سطح پر عشق رسول کو اس حد تک لوگوں کے دلوں میں پہنچایا۔ آج اگر ہماری کمزوریوں، ہر طرح کی سازشوں اور حملوں کے باوجود پاکستان قائم ہے تو اس کی وجہ ہی یہ ہے کہ یہاں بسنے والوں کے دل میں عشق رسول ﷺ اپنی انتہا پر موجود ہے۔ اسی وجہ سے اللہ کی مہربانی ہمارے ساتھ شامل ہے۔ رسول خدا ﷺ کی سیرت کے حوالے سے، ان کے بتائے ہوئے راستہ کے حوالے سے، ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی خدمات پاکستان کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھی جائیں گی۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کو اللہ نے جو علم دیا ہے اور اتحاد المسلمین کے لیے انہوں نے جو کام کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ چھوٹے چھوٹے دیہات اور گاؤں میں بھی ہم جائیں تو وہاں پر ڈاکٹر صاحب کا یہ بنایا ہوا ادارہ رسول خدا ﷺ کی سیرت کے مطابق کام کرتا نظر آتا ہے۔ منہاج القرآن مسلمانوں کے عقیدہ کو ٹھیک کر رہا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا سایہ اللہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ہمیں رسول خدا ﷺ کا بتایا ہوا جو راستہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب بتاتے ہیں، اللہ ہمیں اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم مولانا عبد الحق ثانی (سربراہ جمعیت علمائے اسلام (س)) نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج میرے لیے مسرت کا موقع ہے اور سعادت مندی کی بات ہے کہ آج اس پرنور محفل میں تحریک منہاج القرآن نے مجھے مدعو کیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ایمان کا تقاضا ہے۔ وہ شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جس کا دل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے لبریز نہ ہو۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ حسنہ زندگی گزارنے کے لیے، معاشرت کے لیے، سیاست کے لیے اور طرزِ حکومت کے لیے ایک

نمونہ ہے۔ آج اگر ہم پاکستان کے حالات کو دیکھیں، عالم اسلام کے حالات کو دیکھیں تو ہمارے زوال اور ناکامی کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے پیغمبر اسلام محبوب خدا ﷺ کی مبارک تعلیمات کو اپنی زندگی کا حصہ نہیں بنایا۔

میں آج کے اس پر وقار اجتماع کے انعقاد پر حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب دامت برکاتہم کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ آج آپ نے اسوہ حسنہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر مختلف مکاتب فکر کے علمائے دین کو ایک لڑی میں پرو کر ایک خوبصورت گلدستہ سجایا ہے۔ ہم بھی اسی مشن پر عمل پیرا ہیں۔ جب بھی اتحادِ امت کی خاطر حضرت ڈاکٹر صاحب ہمیں کال دیں گے، ان شاء اللہ ہم، ہماری جماعت، ہمارا ادارہ، ان کی کال پر لبیک کہتے ہوئے اس عظیم مشن، اس عظیم مقصد کے لیے آپ کے شانہ بشانہ ہوں گے اور پاکستان کو ایک فلاحی مملکت بنانے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے۔

## خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

42ویں عالمی میلاد کانفرنس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ’’سیرتِ نبوی ﷺ: اخلاقیاتی جائزہ‘‘ کے موضوع پر اپنے کلیدی خطاب میں فرمایا کہ میلادِ مصطفی ﷺ اور سیرتِ رسول ﷺ محض مذہبی رسم و روایات نہیں، بلکہ زندگی بدل دینے والی اقدار اور اخلاقِ عظیم کا درس ہیں۔ یہ انسانیت کے لیے اخلاقی اور عملی رہنمائی کا منبع ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا ظہور دو طرح سے ہوا ہے: ولادت اور بعثت۔ ولادتِ مصطفی ﷺ آپ کے جمال کا ظہور ہے۔ اس دن دنیا کو ایک ایسا نور ملا جس نے اندھیروں کو ختم کیا اور انسانیت کو نئی زندگی دی۔ یہ محض ایک جسمانی ولادت نہ تھی بلکہ ایک ایسی ہستی کا ظہور تھا جو سراپا رحمت اور اخلاقِ عظیم کا مظہر تھی۔ جبکہ بعثت آپ ﷺ کے کمال کا ظہور ہے۔ اس کے ذریعے اس نور کو پیغام میں ڈھالا گیا اور انسانیت کو مکمل ضابطہ حیات عطا کیا گیا

تاکہ ہر انسان عدل، رحم، محبت اور اخلاق کے اصولوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنا سکے۔ آپ ﷺ کی بعثت نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو یکجا کیا اور انہیں رسول ﷺ کی سیرت میں کامل صورت دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی شخصیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے مشن کا نقطۂ کمال ہے۔ ایمان کو زندہ رکھنے کے لیے ہمیں اسی نور سے جڑے رہنا ہوگا۔

شیخ الاسلام نے ایمان اور حضور نبی اکرم ﷺ کے تعلق کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ ایمان اُس وقت تک مکمل اور زندہ رہتا ہے جب تک وہ آپ ﷺ کی ذات اور سیرت سے جڑا ہوا ہو۔ اس کی مثال سورج اور اس کی روشنی کی طرح ہے۔ جس طرح روشنی کا وجود اسی وقت ہے، جب وہ سورج سے وابستہ ہو، اگر وہ الگ ہو جائے تو ختم ہو جاتی ہے۔ ایمان بھی اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور محبت سے جڑا ہوا ہو تو پائیدار رہتا ہے۔

شیخ الاسلام نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اخلاقی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کی شخصیت سراپا اخلاق تھی۔ نرم خوئی، بردباری، صبر و تحمل، سخاوت اور عاجزی آپ کے مزاج کا حصہ تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ معاف کیا، دوسروں کو عزت دی، محتاجوں اور یتیموں کے ساتھ مہربانی کی اور کبھی غرور و تکبر کا مظاہرہ نہ کیا۔ آپ ﷺ کی گفتگو میں شفقت اور احترام نمایاں ہوتا تھا اور آپ ﷺ نے ہر شخص کے ساتھ محبت اور خیر خواہی کا برتاؤ کیا، چاہے وہ دوست ہو یا دشمن۔

اس موقع پر شیخ الاسلام نے کئی واقعات بیان کیے جو عملی نمونے کے طور پر سیرتِ رسول ﷺ کو اجاگر کرتے ہیں۔ ایک بدو نے چادر کھینچ کر آپ ﷺ کو تکلیف دی لیکن آپ ﷺ نے نہ بدلہ لیا نہ غصہ کیا بلکہ نرمی اور رحمت کا معاملہ کیا۔ فتح مکہ کے بعد دشمنوں کے ساتھ سختی کے بجائے انھیں معاف کیا۔ نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنی تو نماز مختصر کر دی تاکہ ماں کو تکلیف نہ ہو۔ یہ

واقعات صرف واقعات نہیں بلکہ عملی سبق ہیں کہ کس طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے اخلاقِ عظیم کو زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کیا۔

شیخ الاسلام نے اس بات پر زور دیا کہ آج کے دور میں مذہب کو محض رسومات اور ظاہری عبادات تک محدود نہ کیا جائے بلکہ حقیقی مقصد یہ ہے کہ سیرتِ رسول ﷺ کو اپنے کردار کا حصہ بنایا جائے۔ معاشرے میں نرمی، انصاف، محبت اور دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ مذہبی رہنماؤں اور عام مسلمانوں کو چاہیے کہ سخت کلامی، نفرت اور انتقام کے بجائے رحمت، حلم اور صبر کا راستہ اختیار کریں۔ میلاد النبی ﷺ منانے کا اصل مقصد یہ عہد کرنا ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی اخلاقی اور روحانی تعلیمات کو اپنی زندگی میں نافذ کریں گے۔ یہ موقع ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم دوسروں کو معاف کریں، دلوں کو نفرت سے پاک کریں، کمزوروں کا سہارا بنیں اور انسانیت کے لیے رحمت بنیں۔ محبتِ رسول ﷺ کا دعویٰ اسی وقت حقیقی ہے جب ہم اپنی روزمرہ زندگی میں سیرتِ رسول ﷺ کو معیار بنائیں۔ عبادات اور رسومات کے ساتھ ساتھ ہمارے اخلاق، کردار، معاملات اور گفتگو بھی اس محبت کی گواہی دیں۔ یہی محبت ہے جو انسان کو ظاہری مذہب سے حقیقی روحانیت تک لے جاتی ہے۔

## ماہ میلاد النبی ﷺ 2025ء کے پر مسرت موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور شیخ حماد مصطفی المدنی القادری کی طبع ہونے والی نئی کتب

ماہ میلاد النبی ﷺ 2025ء کے پر مسرت موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور شیخ حماد مصطفی المدنی القادری کی درج ذیل کتب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئیں۔ ان کتب کا ایک اجمالی تعارف ملاحظہ ہو:

### شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی نئی ایمان افروز اور روح پرور کتب

میلاد النبی ﷺ 2025ء کے پر مسرت موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تفسیر قرآن و علوم قرآن، حدیث نبوی ﷺ اور سیرت طیبہ کے موضوعات پر پانچ نئی ایمان افروز اور روح پرور کتب منظر عام پر آئی ہیں۔ ان کتابوں کا اجمالی تعارف نذرِ قارئین ہے:

۱۔ الفتح الکبیر فی علوم التفسیر: دو جلدوں پر مشتمل یہ نئی عربی تصنیف؛ علوم القرآن اور اصول تفسیر پر ایک جامع اور بے مثال علمی کاوش ہے۔ اس کتاب کا مقصد علوم تفسیر کے مختلف پہلوؤں

کوایک منظم جدید اور حسین پیرائے میں پیش کرنا ہے تاکہ قرآن کی تعلیمات کو قرآنی اصول و قواعد کے مطابق سمجھا جاسکے۔ علوم تفسیر پر اس فقید المثال کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسے پڑھنے سے قاری استنباطِ احکام اور اخذ نتائج میں غلطی اور سوئے فہم سے محفوظ رہتا ہے۔

۲۔ تفسیر سورۃ الفاتحہ: عربی زبان میں سات سو صفحات پر مشتمل یہ قابلِ قدر علمی کاوش سورۃ الفاتحہ کی منفرد تفسیر ہے۔ یہ سورۃ الفاتحہ کے معارف ولطائف کو اجاگر کرنے والا ایک عظیم علمی شاہکار ہے۔ یہ تفسیر لغوی وفنی مباحث کے ساتھ ساتھ اعتقادی، فقہی، عرفانی، اخلاقی اور عصری تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ یہ تفسیر اپنی روانی، برجستگی اور حسنِ نظم کے اعتبار سے شذرات الذھب، فتوح الغیب اور مفتاح العلوم بن گئی ہے جو قاری کی عقل وخرد کو روشن اور قلب وروح کو نورِ معرفت عطا کرتی ہے۔

۳۔ القول المبین فی تفسیر ایاك نعبد و ایاك نستعین: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس عظیم الشان تصنیف میں صرف ایک آیت مبارکہ کی شرح وبسط کے ساتھ تفسیر کی ہے جو چار سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے تفسیر قرآن کے ذخیرے میں ایک گراں بہا اضافہ ہے۔ اس کتاب میں عبادت، تعظیم، توسل، توکل اور استعانت کے باب میں پائی جانے غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔ یہ صرف ایک آیت کی تفسیر ہی نہیں بلکہ ایک روحانی درس بھی ہے جو قاری کے دل میں اخلاص، محبت اور یقین کی کیفیات کو بیدار کرتا ہے۔ یہ کتاب عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کی جارہی ہے تاکہ عامۃ الناس بھی اس سے استفادہ کرسکیں۔

۴۔ الروض الباسم من خلق النبی الخاتم ﷺ: حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد جہاں دعوتِ توحید ہے وہاں اخلاقِ حسنہ کی تعلیم اور ترغیب بھی ہے۔ آپ ﷺ کے انہی اخلاق کریمانہ کی ترویج کے لیے شیخ الاسلام نے 4 جلدوں پر مشتمل یہ جامع کتاب ترتیب دی ہے۔ اخلاقی انحطاط اور معاشرتی قدروں کے زوال کے اس دور میں یہ کتاب امت مسلمہ کے لیے مینارِ نور ہے جو ہر گھر، لائبریری اور تعلیمی ادارے کی زینت ہونی چاہیئے۔ شیخ الاسلام کی یہ کتاب دراصل 60 جلدوں پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا آف سنہ کا سیرت و اخلاق محمدی ﷺ پر مشتمل ایک حصہ ہے۔ اس فقید المثال تصنیف کو سولہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ مقدسہ، اسوۂ حسنہ اور اخلاقِ عظیمہ کے حسین تذکرہ کے ساتھ ساتھ والدین، اولاد، زوجین، بہن بھائیوں، رشتہ داروں، ہمسایوں، عام مسلمانوں، غیر مسلموں حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنے کو آیات واحادیث اور آثار واقوال کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ الانوار من سیرۃ سید الابرار ﷺ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ کی یہ تصنیف سیرت نبوی ﷺ پر ایک ایمان افروز علمی شاہکار ہے۔ سات سو پچاس سے زائد صفحات پر مشتمل اردو ترجمہ کے ساتھ یہ کتاب حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت رکھنے والوں کے لیے نادر تحفہ ہے۔ اس کتاب کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ 6 مختلف مگر باہم مربوط رسائل پر مشتمل ہے اور ہر رسالہ اپنی جگہ ایک مستقل اور مکمل موضوع بھی ہے:

۱۔ پہلے رسالہ میں رسول اللہ ﷺ کے نسب مبارک کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا نسب نہ صرف پاکیزگی اور طہارت میں بے مثال ہے بلکہ آپ کے اجداد توحید پرستی، ایمان اور نیک خصائل میں ممتاز تھے۔

۲۔ دوسرے رسالہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک آئینہ ہے جس میں آپ ﷺ کی حیات کے مختلف گوشے نہایت دلنشین پیرائے میں درج کیے گئے ہیں۔

۳۔ تیسرے رسالہ میں یہ حقیقت دلائل کے ساتھ واضح کی گئی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی عصمت وطہارت محض بعد از بعثت نہیں بلکہ پوری حیات طیبہ میں ازل سے ابد تک قائم ودائم رہی۔

۴۔ چوتھا رسالہ حضور ﷺ کی بعد از وصال حیات مبارکہ سے متعلق ہے۔

۵۔ پانچواں رسالہ حضور ﷺ کے منتخب معجزات پر مشتمل ہے۔

۶۔ چھٹا رسالہ حضور ﷺ کی غیبی خبروں اور شانِ علم پر مشتمل ہے۔

## پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور شیخ حماد مصطفی المدنی القادری کی نئی تصانیف

۱۔ The Devine Alchemy of Leadership: یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی خامہ فرسائی کا ایک عظیم شاہکار ہے یہ کتاب قرآن وسنت کی روشنی میں قیادت اور نظم ونسق یعنی leadership and management کے اصول بیان کرتی ہے۔ اس کتاب میں سو احادیث نبویہ کو قیادت، تنظیم اور نظم وضبط کے تناظر میں جمع کر کے ان کی تشریحات پیش کی گئی ہیں۔ یہ کتاب سماجی رہنماؤں، پیشہ ورانہ ذمہ داریوں پر فائز افراد، اساتذہ اور طلبہ کو یکساں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

۲۔ Life and Leadership Licence from Sura Al- Kahf: یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی قرآن فہمی، آیات قرآنی سے جدید اصولوں کے استنباط اور عصرِ حاضر میں ان کے اطلاق اور انطباق کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں انفرادی اور اجتماعی

زندگی کے لیے سورہ الکہف سے عملی رہنمائی اور قیادت کے اصول اخذ کیے گئے ہیں۔

۳۔ مال اور اس کے اطلاقات (فقہی قواعد اور جدید رجحانات کی روشنی میں): یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی ایک علمی اور تحقیقی کاوش ہے۔ اس کتاب میں مال کے اہم اصولوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ کاغذی کرنسی اور ورچوئل کرنسی کی شرعی حیثیت اور ان پر مال کے اطلاق کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ کتاب طلبہ، محققین، شریعت اور قانون کے سکالرز اور جدید اسلامی معاشیات کے سنجیدہ قارئین کے لیے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

۴۔ Economics of Natural Resources(An Islamic Perspective): پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے کہ ماحولیاتی خدمات یعنی ایکو سسٹم سروسز کیا ہیں اور یہ معاشی طور پر کیوں قیمتی ہیں؟ قدرتی وسائل کے انتظام میں جغرافیائی معلوماتی نظام (جی آئی ایس) کس طرح مدد دیتا ہے؟ اسلام میں نجی اور عوامی ملکیت وسائل کے روایتی تصورات کیا ہیں؟ پانی کو اسلام میں اجتماعی امانت کیوں سمجھا گیا ہے اور یہ تقسیم وسائل پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟ مسائل کے انتظام میں بلاک چین اور مصنوعی ذہانت کو کس طرح شامل کیا جا سکتا ہے؟

۵۔ The Compass of Being: یہ کتاب شیخ حماد مصطفی المدنی القادری کی ہے جو شیخ الاسلام کے عطا کردہ علمی و روحانی فیضان کا عملی اظہار ہے۔ آج جب دنیا افراتفری اور بے مقصدیت کے بحران میں گھری ہے، اس صورتحال میں یہ کتاب انسان کی روح کو بیدار کرنے، زندگی کو درست سمت اور مقصد لینے کی راہ دکھاتی ہے۔ اسلامی بصیرت، قدیم حکمت اور جدید تحقیق سے ماخوذ؛ خودشناسی، کمالِ ذات اور راہِ سلوک کی منازل کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ کتاب کا اسلوب نہایت سادہ، رواں، دلنشین اور عارفانہ ہے جو قاری کے دل کو جھنجوڑتا اور روح کو بیدار کرتا ہے۔

یہ منہاج القرآن کی آفاقیت اور شیخ الاسلام کا علمی اعجاز ہے کہ پوری دنیا میں مختلف جہات پر آپ کا تحقیقی و احیائی کام مخلوقِ خدا کی ہدایت اور رہنمائی کا سامان پیدا کر رہا ہے۔ حال ہی میں منہاج القرآن انڈیا کے زیر اہتمام عرفان القرآن کا گجراتی زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے اور اس کی شاندار تقریب رونمائی منعقد ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں جشن میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں منہاج پبلیکیشنز انڈیا نے شیخ الاسلام کی بیس کتب رومن اردو میں شائع کیں۔ ہم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی محققانہ اور مجددانہ تحقیق اور تصنیفی کاوشوں کو سلام پیش کرتے ہیں۔

عالمی میلاد کانفرنس
2025
عالمی میلاد کانفرنس

RESERVED

42 ویں سالانہ

ایوان اقبال لاہور

# شیخ الاسلام کی 5 نئی کُتب کی تقریب رونمائی

رپورٹ: محمد یوسف منہاجین

نظام المدارس پاکستان و منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیرِاہتمام شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تفسیرِ قرآن، حدیثِ نبوی ﷺ اور سیرتِ طیبہ پر تصنیف کردہ 5 نئی کتب: الفتح الکبیر فی علوم التفسیر، تفسیر سورۃ الفاتحہ، القول المبین فی تفسیر ایاك نعبد و ایاك نستعین، الروض الباسم من خلق النبی الخاتم ﷺ اور الانوار من سیرۃ سید الابرار ﷺ کی رونمائی کی عظیم الشان تقریب ایوان اقبال لاہور میں منعقد ہوئی۔ یہ تقریب عشقِ رسول ﷺ اور علمی تجلیات کا ایک حسین امتزاج بن گئی اور ایک روحانی اور فکری محفل کا روپ اختیار کر گئی۔

8 ستمبر 2025ء کو منعقد ہونے والی یہ تقریب سعید اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک منفرد اور یادگار اجتماع تھی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی یہ نئی علمی و فکری تصانیف حضور نبی اکرم ﷺ کی 1500 سالہ میلاد کی نسبت سے پیش کی گئیں، جو درحقیقت علم و حکمت اور عشق و محبت کا ایسا حسین سنگم ہیں جس کی مثال عصرِ حاضر میں شاید ہی ملتی ہو۔

چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، علماء، مشائخ، وکلاء، اساتذہ، طلبہ، جملہ مرکزی قائدین اور زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے نمایاں خواتین و حضرات نے

اس اجتماع میں شرکت کی، جس سے یہ محفل ایک علمی و فکری گلدستے کی صورت اختیار کر گئی۔اس محفل کا آغاز کلامِ الٰہی کی پاکیزہ تلاوت اور نعتِ رسولِ مقبول ﷺ کی روح پرور صداؤں سے ہوا، جس نے ہر دل کو محبتِ مصطفیٰ میں سرشار کر دیا۔ تقریب میں نقابت کے فرائض محترم عین الحق بغدادی، محترم علامہ اشفاق چشتی اور محترم ڈاکٹر محمد فاروق رانا نے انجام دیے۔دورانِ پروگرام ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی نے علامہ اقبال کا شہرہ آفاق کلام "ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن، نئی شان" پیش کیا، جس نے ماحول کو مزید باوقار بنا دیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس تقریب میں ویڈیو لنک کے ذریعے براہِ راست شرکت کی۔انہوں نے ہر مقرر کے دلنشین اور علمی بیان پر تحسینی کلمات اور دعاؤں سے نوازا، جو ان کے وسیع الظرف اور بلند اخلاق کی عکاسی تھی۔اس تقریب میں مختلف مسالک کے نامور اہلِ علم و دانش نے جس طرح شیخ الاسلام کے علمی اور فکری مقام و مرتبہ کا اعتراف کیا، وہ نہ صرف ان کی عظیم شخصیت کا ثبوت ہے بلکہ معاشرے میں باہمی احترام اور ہم آہنگی کی ایک نئی تاریخ رقم کرنے کی امید بھی جگاتا ہے۔یہ تقریب محض کتب کی رونمائی نہیں تھی بلکہ یہ ایک پیغام تھی کہ علم، محبت اور تحقیق کے ذریعے ہی امت میں اتحاد اور امت کو درپیش مسائل کا حل ممکن ہے۔

اس تقریب میں شریک مہمانانِ گرامی کے خطابات کے خلاصہ جات نذرِ قارئین ہیں:

۱۔ محترم علامہ میر آصف اکبر قادری (ناظم اعلیٰ نظام المدارس) نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف فکری بیداری، علمی رہنمائی اور عملی زندگی کے لیے ایک چراغِ راہ ہیں۔ یہ کتب نہ صرف ایک علمی کاوش ہیں، بلکہ امتِ مسلمہ کے فکری، روحانی اور عملی مسائل کا حل بھی پیش کرتی ہیں۔ موجودہ دور میں جہاں فکری انتشار، دینی کم فہمی اور شدت پسندی نے دین کے چہرے کو دھندلا دیا ہے، ایسے میں شیخ الاسلام کی یہ کتب روشنی کا مینار ہیں۔

آج کے دور میں دین کی خدمت کے روایتی طریقوں کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں کو سمجھنا اور ان کا مؤثر جواب دینا نہایت ضروری ہو چکا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں نظام المدارس پاکستان کا قیام اور اس کا مربوط، جامع، مدلل اور متوازن نصاب دینِ اسلام کی علمی، روحانی اور فکری ترویج کے لیے ایک مبارک قدم ہے۔ نظام المدارس پاکستان، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زیرِ سرپرستی قائم ہونے والا ایک تعلیمی بورڈ ہے جس کا مقصد دینی تعلیم کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا، روایتی علوم کے ساتھ عصری فہم فراہم کرنا اور متوازن مذہبی قیادت پیدا کرنا ہے۔

شیخ الاسلام کی تصانیف کا دائرہ کار محض ایک یا دو علوم تک محدود نہیں۔ آپ کی کتب تفاسیر، اصولِ تفاسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، تصوف، سیرت، علم الکلام، بین المذاہب مکالمہ، دہشت گردی کے خلاف فکری بیانیہ اور عصرِ حاضر کے چیلنجز جیسے موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ یہی تنوع مدارسِ دینیہ کے طلبہ کے لیے انتہائی مفید ہے، کیونکہ یہ کتب انہیں محدود نہیں کرتیں، بلکہ ان کے علم کو عصری افق تک وسعت دیتی ہیں۔ شیخ الاسلام کی تحریریں اسلام کے روحانی، اعتقادی اور فکری پہلوؤں کو نہایت معتدل انداز میں پیش کرتی ہیں۔ آج کے دور میں جب انتہا پسندی اور فکری انحراف دین کے چہرے کو مسخ کر رہا ہے، ایسے میں شیخ الاسلام کی کتب طلبہ کو ایک متوازن، مدلل اور باعمل سوچ فراہم کرتی ہیں۔

شیخ الاسلام کی علمِ تفسیر، علمِ حدیث، سیرت اور اخلاقِ حسنہ پر آنے والی یہ کتب ان شاء اللہ نظام المدارس پاکستان کے نصاب کا حصہ بنیں گی اور نظام المدارس پاکستان میں زیرِ تعلیم ہزاروں طلبہ اور طالبات شیخ الاسلام کی اس علمی خدمت کے وارث ہیں جو مدارس دینیہ کے اندر دینِ اسلام کی ترویج، اشاعت اور فروغ کے لیے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز یہ مدارس جس طرح شیخ الاسلام کی کتابیں پڑھ رہے ہیں، ایسے ہی شیخ الاسلام کے نظر، سوچ اور متوازن فکر کو معاشرے کے ہر فرد تک پہنچائیں گے۔

۲۔ محترم خرم نواز گنڈاپور (ناظم اعلیٰ منہاج القرآن انٹرنیشنل) نے استقبالیہ کلمات میں تمام مہمانانِ گرامی، مشائخ عظام، علمائے کرام، مختلف دینی مدارس کے سربراہان، ریسرچ سکالرز، اساتذہ اور حاضرینِ مجلس کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام کے ہمہ جہتی کام کو دیکھتے ہوئے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام کس طرح دنیا بھر میں تنظیمات کو بھی دیکھتے ہیں، مسلسل سفر میں بھی رہتے ہیں، تصنیف و تالیف اور خطابات کا سلسلہ بھی جاری ہے اور تعلیمی اداروں کی نگرانی بھی کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔ یہ اللہ کی طرف سے عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ سعادت اپنے چنیدہ بندوں کو دیتا ہے۔ یہ سب اللہ کی توفیق کی بدولت ممکن ہے کہ وہ اللہ کے قرآن حکیم اور تاجدارِ کائنات ﷺ کے عشق کا پیغام گلی گلی، نگر نگر اور ملک ملک پھیلا رہے ہوتے ہیں۔

نظام المدارس پاکستان کے قیام کے وقت ہماری فکر اور سوچ یہ تھی کہ دینی تعلیمات زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں، لیکن دورِ حاضر کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں جو ہر دور میں مختلف ہوتے ہیں، اگر ان کا احترام نہ کیا جائے اور ان سے استفادہ نہ کیا جائے تو شاید آپ کا پیغام اتنا مؤثر نہ ہو۔ چنانچہ اس نصاب کی تبدیلی کی ضرورت کو بھی محسوس کیا گیا۔ الحمدللہ، اس کارِ خیر کا سہرا بھی شیخ الاسلام کے سر ہے کہ نظام المدارس کے مکمل نصاب کا جائزہ لیتے ہوئے اسے از سر نو مرتب کیا گیا۔ ہمیں امید ہے کہ تمام دینی مدارس اس جدید نصاب سے فائدہ بھی اٹھائیں گے اور دور حاضر کے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش بھی کریں گے۔ آج کی مغربی تہذیب کی یلغار کا تدارک کرنا ہمارے سکالرز، مدارسِ دینیہ کے اساتذہ اور آج کے محققین کی ذمہ داری ہے۔ ہم سب پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس مملکتِ خداداد میں

اسلام کی ترویج کریں اور اپنی اولاد کو بھی تلقین کریں کہ وہ اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہوں، استفادہ کریں اور اس کے نفاذ کا باعث بنیں۔

۳۔ محترم مولانا امیر حمزہ (سربر تحریک حرمت رسول) نے شرکاء سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ میرے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آج شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتب اور منہاج القرآن کے تعارف کے سلسلے میں اتنی شاندار تقریب میں گفتگو کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ جب میں موجودہ دور کے فتنوں اور اپنے پاکستان کو دیکھتا ہوں، تو مجھے یاد آتا ہے کہ کچھ سال پہلے یہاں فتنۂ خوارج نمودار ہوا۔ یقین جانیے، پہلی بار علماء کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ یہ خارجی کون ہوتے ہیں۔ پوری دنیا پریشان تھی کہ یہ لوگ لمبی داڑھیاں رکھے، نعرہ تکبیر بلند کرتے اور جہاد کے نعرے لگاتے ہوئے پولیس پر حملہ کر رہے ہیں۔ ان کا مسئلہ کیا ہے؟ پاکستان کے اندر سب سے پہلے اگر کسی نے خارجیت کے بارے میں کتابیں لکھیں تو وہ حضرت شیخ الاسلام تھے۔ باقی لوگوں اور دیگر مسالک نے، حتیٰ کہ میں نے خود بھی کتاب لکھی، لیکن اس کا آغاز کرنے والے، رہنمائی دینے والے اور نور پھیلانے والے حضرت شیخ الاسلام ہی تھے۔

منہاج القرآن کے مدارس کا سلسلہ بھی باکمال ہے اور ان کی یونیورسٹی بھی باکمال ہے۔ مزید یہ کہ نوے ممالک میں اسلام کی دعوت کے لیے منہاج القرآن کے دفاتر قائم ہیں، یہ سب سے بڑا کمال ہے۔ ہم مغربی تہذیب کے سامنے بند باندھنے کی بات کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم تو صرف سوچتے ہی رہے کہ مغربی تہذیب کے سامنے بند کیسے باندھیں؟ یہ کریں، وہ کریں، فلاں کریں اور تقریریں

کرتے رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر مضبوط بند باندھے گا تو یہ نوے ممالک میں موجود منہاج القرآن کے مراکز اور شیخ الاسلام کے وجود کے ذریعے بندھے گا۔

یاد رکھیں کہ جب بھی سیلاب آتے ہیں اور خطرات لاحق ہوتے ہیں تو ان دریاؤں اور خطرات کے سامنے بند باندھنے کے لیے اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ بند باندھنے میں صرف مسلمانوں کو بلایا جائے، صرف بریلویوں کو بلایا جائے، صرف وہابیوں کو بلایا جائے، صرف شیعہ کو بلایا جائے، یا صرف دیوبندیوں کو بلایا جائے یا صرف غیر مسلموں کو بلایا جائے۔ بند باندھنے کے لیے سب کو بلایا جاتا ہے۔ اسی طرح جب حضور کی حرمت کے لیے، قرآن کی عزت کے لیے، اسلام کے پھیلاؤ کے لیے، دہشت گردی کے خاتمے کے لیے اور اسلام کے پیغامِ امن کے لیے بند باندھا جائے گا تو پھر سب کو بلانا ہوگا۔ جس طرح شیخ الاسلام نے آج بھی اور پہلے بھی اپنے ہر پروگرام کے اندر بلا تفریق مسلک و مذہب ہر ایک کو دعوت دی۔ آج بھی ہمیں اسلام کی بقا کے لئے شیخ الاسلام کی قیادت میں اکٹھا ہونا پڑے گا۔

حجرِ اسود کی تنصیب کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے تمام قبائل کو کمال بصیرت کے ساتھ موقع فراہم کیا۔ حجر اسود کو اپنی کملی مبارک پر رکھا، تمام قبائل نے اس چادر مبارک کو تھاما اور آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے نصب فرما دیا۔ آج بھی سب قائدین کو ایسا کرنا ہوگا۔ شیخ الاسلام کو موقع ملا ہے، وہ سب کو ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ وہ امت کے اتحاد اور اسلام کے پیغامِ امن کے فروغ کے اس بھاری پتھر کو اٹھائیں اور ہم سب چادر کے کونے پکڑنے والے بن جائیں۔ شیخ الاسلام آج اتحاد کی دعوت دے رہے ہیں اور ہم ایسی ہر دعوت میں حاضری کو اپنے لیے فخر سمجھتے ہیں۔

۴۔ محترم علامہ پیر سید شمس الرحمان شاہ مشہدی (سجادہ نشین عالیہ حسین آباد شریف و ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان) نے تقریب میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میری گفتگو کا موضوع شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف القول المبین فی تفسیر ایاك نعبد و ایاك نستعین کا تعارف ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس خوبصورت تصنیف میں اس حقیقت کو بڑی بخوبی واضح کیا ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی جامع ترین صورت سورۂ فاتحہ ہے، اسی طرح سورۂ فاتحہ کی جامع ترین آیتِ مبارکہ ایاك نعبد و ایاك نستعین ہے۔ جس طرح قرآن مجید کا سر اور لب لباب سورۂ فاتحہ ہے، اسی طرح سورۂ فاتحہ کا سر اور لب لباب یہ آیتِ مبارکہ ہے۔ ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل یہ خوبصورت تصنیف اس آیتِ مبارکہ کے حوالے سے کم و بیش سات خوبصورت موضوعات اور پہلوؤں پر گفتگو کرتی ہے:

سب سے پہلے اس میں آیتِ مبارکہ کے سیاق وسباق کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے کہ کس طرح الحمدللہ رب العالمین سے لے کر تدریجاً یہ ایاك نعبد و ایاك نستعین تک پہنچی اور کس طرح اگلی آیات کے ساتھ اس کا خوبصورت تعلق بندھا ہوا ہے۔ اس کتاب کا دوسرا خوبصورت موضوع حقیقتِ عبادت اور عبودیت ہے۔ تیسرا خوبصورت موضوع عبادت کرنے والوں کے طبقات کا بیان ہے۔ چوتھا خوبصورت موضوع اس خوبصورت تصنیف میں محبت اور "بر" کا آپس میں تعلق ہے۔ پانچواں خوبصورت ترین پہلو جو اس آیتِ مبارکہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے، وہ تعظیم اور عبادت میں فرق ہے۔ چھٹا خوبصورت موضوع اس بے مثل و بے مثال تصنیف کا حقیقتِ استعانت کی تفسیر ہے۔ ساتواں اور بے مثل موضوع اور خوبصورت پہلو اس تصنیفِ لطیف کا یہ ہے کہ توسل، توکل اور شفاعت کے حوالے سے جو شبہات آج کل پیدا کیے جا رہے ہیں، ان شبہات کا ازالہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے بے مثل اسلوب کے ساتھ کیا ہے۔

بلاشبہ، یہ خوبصورت تصنیف اس لحاظ سے حسن کا کمال ہے کہ یہ تحقیق کے ساتھ ساتھ ادبی بلاغت کا رنگ بھی رکھتی ہے۔ یہ فکری حسن کے ساتھ ساتھ عشق اور روحانیت کا خوبصورت رنگ بھی رکھتی ہے اور کیوں نہ رکھے، اس لیے کہ اسے پنجتنِ پاک کے سچے اور سُچے غلام نے لکھا ہے۔

علم کا شعار 'القول المبین
عشق کا معیار 'القول المبین

علم اور روحانیت کا امتزاج،
مخزنِ اسرار 'القول المبین

مشہدی، طاہر پیا ہیں بے مثال
اس کا ایک اظہار 'القول المبین

۵۔ محترم سید ارشاد عارف (سینئر صحافی و کالم نگار) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علم و فضل، ان کی تصانیف اور ان کی روحانی و دینی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ ان کی کتاب ''الانوار من سیرت سید الابرار ﷺ'' میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ، آپ کی سیرت اور آپ کے اخلاق سے عوام، لوگوں اور انسانوں کو آگاہ کیا جائے، تاکہ وہ ان شاہانہ طریقوں کو جو تعلیماتِ اسلام سے انحراف کے باعث مسلمانوں میں رواج پا گئے، انہیں اسلام، اسلامی تعلیمات یا حضور ﷺ کی تعلیمات کا ماخذ یا نتیجہ نہ سمجھیں۔ "انوار السیرت" کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ایک عادل، ایک استاد، ایک معلم، ایک سپہ سالار، ایک والد، ایک شوہر اور ایک قائد کے طور پر حضور ﷺ کا اندازِ فکر کیسا تھا۔

اس کتاب میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ کے حوالے ایسی باتیں میرے علم میں آئی ہیں جو عام طور پر ہمارے بہت سے مبلغین بیان نہیں کرتے اور نہ ہی بیان کرنا نہیں گوارا ہے۔ ہم نے کچھ اور ہی طرح کا دین لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع کر رکھا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب اس لیے قابل صد مبارک باد اور قابل داد ہیں کہ انہوں نے دین کا اصل چہرہ لوگوں کے سامنے لانے کی کوشش کی اور حضور ﷺ کی اصل سیرت کو لوگوں کے سامنے رکھا۔ آج ہم حضور ﷺ کی سیرت کو چھوڑنے، اسے چھپانے اور اس پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے باہم دست و گریباں ہیں۔ ہم ایک دوسرے کا جنازہ پڑھنے اور ایک دوسرے سے سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے کے لیے تیار

نہیں، نماز ایک دوسرے کے پیچھے پڑھنا تو بعد کی بات ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے "انوار السیرت" کے ذریعے ہمیں حضور ﷺ کی تعلیماتِ مبارکہ سے دوبارہ آگاہ کیا۔ اب یہ ہمارا فرض اور ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم نہ صرف ان کی کتابوں اور تعلیمات کو پڑھیں اور ان سے سبق حاصل کریں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی دنیا و آخرت دونوں کو سنواریں۔

۶۔ محترم ڈاکٹر معین نظامی (ممتاز دانشور و مفکر) نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میرے لیے تو یہ شرف اور سعادت کافی ہے کہ میں آج کے اس باوقار مجمع میں حاضر ہوا ہوں۔ آج بنیادی طور پر عالمِ اسلام کی ایک عظیم الشان شخصیت کی پانچ تصانیف کی رونمائی ہے اور پانچ کا عدد بذاتِ خود بہت معنویت کا حامل ہے۔ تمام ادیان اور بالخصوص اسلام میں اس کی جو فضیلت ہے اور اس سے ہماری جو دل بستگی ہے، وہ اظہر من الشمس ہے۔ ادبی دنیا میں بھی ہماری مشرقی روایت میں پانچ کتابوں کا ایک مجموعہ بہت ہی معروف ہے، جسے "خمسہ نظامی گنجوی" یا "پنج گنج" بھی کہتے ہیں۔ جب فارسی دینی مدارس میں رائج تھی، تو اس کی کچھ کتابیں طلبہ کو پڑھنی پڑتی تھیں۔ آج جو پانچ تصانیف آپ کے سامنے موجود ہیں، اگر انہیں "خمسہ قادری" یا "پنج گنج طاہری" کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کے حوالے سے میں ہمیشہ یہ سوچتا ہوں کہ یہ اللہ کی طرف سے توفیق اور تائید ہے کہ اس گئے گزرے زمانے میں جس قدر فضائل، مکارم، صلاحیتوں اور استعداد کا

اجتماع ان کی ذات میں ہے، یہ بہت کم ہوتا ہے۔ بہت خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جنہیں جتنی صلاحیتیں عطا کی جائیں، وہ ان کا بھرپور اور بہتر استعمال کر سکیں اور ان کا استعمال اثر انداز بھی ہو اور اس میں رجحان سازی کے پہلو بھی موجود ہوں۔ ایک شخص جس نے پچاس سال سے زیادہ عرصے تک معارفِ الٰہیہ، فیضانِ مصطفویہ اور عرفانِ مرتضوی کو ہر سطح پر پہنچایا اور پھیلایا ہو، اس سے بڑا خوش نصیب کون ہو گا؟

کچھ صفات اور صلاحیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا اجتماع کسی ایک ذات میں بالعموم نوادرات میں سے ہوتا ہے۔ یہ صلاحیتیں بہت شاذ و نادر ہی ایک جگہ اکٹھی ہوتی ہیں۔ بطور مثال، اگر ہم اپنی پوری اسلامی تاریخ یا جنوبی ایشیا کی تاریخ دیکھیں تو اس میں اگر کوئی عظیم الشان شعلہ بیان خطیب ہے تو اس کا تصنیفی پہلو اتنا بلند و بالا نہیں ہو گا، یا اگر اس کے ہاں تصانیف موجود ہیں تو ان کا معیارِ تحقیق یا اندازِ پیشکش وہ نہیں ہو گا۔ کوئی بہت عظیم الشان مدرس ہے اور اس سے خلقِ خدا نے فیض پایا ہے، لیکن اس کے ہاں تصانیف نہیں ہوں گی یا بہت کم ہوں گی۔ کیونکہ یہ مختلف استعدادات ہیں، جو بظاہر جڑی ہوئی نظر آتی ہیں، مگر یہاں ہمیں ایک استثنائی صورت نظر آتی ہے۔ وہ استثنائی صورت ہمیں بہت قدیم زمانوں میں اپنے اکابر میں نظر آتی تھی یا آج ان کے ہاں نظر آتی ہے۔ اگر شیخ الاسلام کی خطابت دیکھیں، علمِ تصنیف دیکھیں، تدریس دیکھیں تو اگر ان کی گزشتہ پچاس ساٹھ سال پر مبنی علوم و معارفِ اسلامی پر گفتگو دیکھیں اور آپ کو وہاں تکرار نہ ملے، سامع آپ کی بات سے اکتاہٹ محسوس نہ کرے تو آپ اسے کرامت نہیں کہیں گے تو کیا کہیں گے۔

ہم لوگ بدقسمتی سے اس خطے کے لوگ، خصوصاً مسلمان، اپنے اکابر کی قدر شناسی میں یا ان کے اعترافِ عظمت میں تاخیر کرتے ہیں۔ کوئی پیکرِ عظمت ہمارے دل میں جلدی نہیں اترتا۔ ہمیں ایسی ہستی کو غنیمت جاننا چاہیے جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ اپنے دین کی خدمت کا کام لے رہے ہیں۔

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ　　　اپنے خورشید پہ پھیلا دیے سائے ہم نے

ہمارے تو گھر میں سورج اور چاند ہیں اور ہم ان مٹی کے دیوں کی دریوزہ گری کر رہے ہیں جو جلنے کا ہنر بھی نہیں جانتے۔ پھر ان تمام صفات کا حامل ایک شخص اگر ادارے قائم کرتا چلا جائے اور پھر ان اداروں کو مستحکم بنائے تو یہ بھی حیران کن عمل ہے۔ یہ مشکل کام ہوتا ہے کہ آپ کا پچاس ساٹھ سال کا جو سفر ہے، اس میں آپ کا تسلسل اور تواتر بھی برقرار رہے اور وہ سفر مسلسل ترقی کی طرف گامزن رہے۔ جیسے آپ زینہ بہ زینہ اوپر جا رہے ہوں۔

میرے لیے حضرت والا کی تصانیف سے استفادہ سعادت ہے۔ شیخ الاسلام کی تصنیفات رسولِ معظم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے ان پہلوؤں کے بیان سے متعلق ہیں، جن میں سماجیات، معاشرت اور ایک دوسرے کے ساتھ پُرامن رہن سہن کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان کتب کی زبان بہت آسان، قابلِ فہم اور عالمانہ وقار کی حامل ہے۔ حضرت کی جتنی بھی کثیر تصانیف ہیں، ان تصانیف کی ایک معجم تیار ہونی چاہیئے۔ ان میں جو اسلوب کی روانی اور بیان کی دل پذیری ہے، وہ بھی بہت دلکش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان کی قدر کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں برکات عطا فرمائے اور ہمیں اس قابل بنائے کہ ہم ان کی تحریروں اور تقاریر سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہو سکیں۔

۷۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤوف رفیقی (ماہر اقبالیات و ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی پاکستان) نے تقریب کے شرکاء سے مخاطب ہوئے ماضی کی حسین یادوں کا تذکرہ کیا کہ حضرت کی تصنیفات، تالیفات اور خطابات سے ہم گزشتہ تین دہائیوں سے مستفید ہوتے آرہے ہیں۔ آج سے چالیس سال میں سائنس کالج کوئٹہ کے آڈیٹوریم میں حضرت شیخ الاسلام کے درسِ قرآن میں شریک ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے خطاب کے بعد حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ جب قرآن ایک ہے، پیغمبر ﷺ ایک ہیں، حرم ایک ہے اور خدا ایک ہے، تو یہ فرقے اور مسالک کا کیا مطلب؟ کوئی ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرتا ہے، کوئی زیرِ ناف، کسی کی پگڑی سبز ہے، کسی کی سفید ہے۔ یہ ایک عجیب سوال تھا، خصوصاً ایک ایسے دور میں جب کفر، الحاد اور مادیت کا غلبہ بڑھتا جارہا ہو۔ حضرت شیخ الاسلام نے جس بصیرت افروزی کے ساتھ اس سوال کا جواب دیا، یقیناً میرے لیے کئی ابہامات کے ختم ہونے کا باعث

بنا۔ ان کے جواب کے کچھ الفاظ ملاحظہ ہوں جو چالیس سال بعد بھی میرے حافظہ میں نقش ہیں۔ حضرت نے جواب دیا: "یہ فرقے اور مسالک اختلاف کی بات نہیں ہے۔ یہ فلسفۂ رمزِ عشق ہے۔ محبوب (پیغمبر ﷺ) نے کبھی سبز عمامہ پہنا تو عاشقوں نے ان کی اس ادا کو روزِ حشر تک محفوظ کرنے کے لیے ایک مکمل طبقہ پیدا کیا جو سبز عمامہ پہنتا چلا جا رہا ہے۔ محبوب نے کبھی ہاتھ باندھ کر نماز ادا کی تو عاشقوں نے اس ادا کو کرنے کے لیے ایک مکمل فرقہ تشکیل دیا۔ محبوب نے کبھی زلفیں رکھیں تو ایک مکمل طبقہ زلفیں رکھتا نظر آتا ہے۔"

آج میں حضرت کی تصنیفات کو دیکھا، ان میں جس ترتیب اور تزئین سے یہ چیزیں پیش کی گئی ہیں، مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی۔ بالخصوص ایسے دور میں جب مادیت غالب ہوتی جا رہی ہو، جب آپ کی علمی درس گاہوں سے ایسے لوگ فارغ التحصیل ہو رہے ہوں جو اپنا "سی وی" لے کر ملٹی نیشنل کمپنیوں کے "ایچ آر" کا ایندھن بنتے جا رہے ہیں، جو مادیت کے غلبے سے مغلوب ہوتے جا رہے ہیں، ان کو رمزِ عشق کی معنویت سے آگاہ اور آشنا کرنے کے لیے جدید سائنسی اور تحقیقی انداز میں سیرت کو زمینی حقائق سے جوڑ کر الٰہیات تک پہنچانے کی جو کوشش کی گئی ہے، وہ بہت عمدہ کاوش ہے۔ خواجہ حافظ شیرازی کا یہ شعر شیخ الاسلام کی نذر ہے:

**ہر گز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق**
**ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما**

جس کا دل عشق کی وجہ سے زندہ ہو گیا، وہ کبھی نہیں مرتا۔ ہماری ہمیشگی دنیا کی تاریخ میں ثبت ہو چکی ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

**ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست**
**بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست**

جس کسی نے آقا علیہ السلام کے عشق کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنا لیا تو خشکی و تری تمام چیزیں اس کے گوشۂ داماں میں سمٹ آتی ہیں۔

۸۔ محترم صاحبزادہ پیر سید عتیق الرحمان شاہ بخاری (سجادہ نشین آستانہ عالیہ بوکن شریف گجرات و ممبر اسلامی نظریاتی کونسل) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے پہلے لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ "چالیس سال پہلے میں نے آپ کا یہ درس اور یہ سبق سنا۔" میری تو ابھی اتنی عمر نہیں ہے، لیکن میں یہ بتا سکتا ہوں کہ میرے جیسے نوجوانوں کو، جن کا تعلق میرے زمانے سے ہے، اگر صحیح معنوں میں عشقِ رسول کی تفہیم ملی ہے تو وہ شیخ الاسلام ہی سے ملی ہے۔ کامیاب ترین انسان وہ ہوتا ہے جو اپنے بیٹے کو بھی اتنا ہی کامیاب بناتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بڑے بہت کچھ کر کے جاتے ہیں اور بعد میں آنے والوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوتا۔ بڑا انسان وہ ہے جو جتنا کامیاب اپنی جسمانی اولاد کو بنائے، اتنا ہی کامیاب اپنی روحانی اولاد کو بھی بناتا ہے۔ آج سے 74 سال پہلے جھنگ کی وادی میں اللہ کی رحمت سے تشریف لانے والے شخص کو ان کے والدین نے صرف نام کا طاہر نہیں بنایا بلکہ کام کا بھی طاہر بنایا ہے۔ یہ ماں کی پاکیزگی، یہ باپ کی طہارت ہے جو چہرے کی شرافت اور پیشانی کی چمک بن کر چمکتی ہے۔ ایک ہی ذات میں اتنے فضائل کا جمع ہونا اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ فضائل اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ گود بھی پاکیزہ ملی ہے، رزق بھی پاکیزہ ملا ہے اور پھر سیرتِ رسول کے بعد منہاج القرآن کا علم بھی پاکیزہ ملا ہے۔ وہ خود بھی طاہر ہیں اور ان کے مرشد گرامی بھی طاہر ہیں۔ جہاں دو طہارتیں مل جاتی ہیں، وہاں فیضانِ سیدہ زہرا کی چادرِ تطہیر شروع ہو جاتی ہے۔ حضور سیدِ عالم ﷺ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے وقتِ وصال وصیت فرمائی تھی، ان کا ایک جملہ آج بھی صادق آتا ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا: و ذکری باق و قد ترکت خیرا و ولدت طهرا

میں ظاہراً تو دنیا سے چلی جاؤں گی، لیکن جب تک آپ (ﷺ) کا ذکر زندہ رہے گا تب تک میرا ذکر بھی زندہ رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے بیٹا پیدا نہیں کیا، میں نے خیر کو چھوڑا ہے۔ میں نے جسم اور وجود پیدا نہیں کیا، بلکہ میں نے طہارت کے مرکز کو پیدا کیا ہے۔

میرے جیسے کتنے نوجوان اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام کے زمانے میں رہ کر رمزِ عشق ہمارے سینوں میں بھڑکی ہے۔ آپ کا نام اور آپ کا مقام آپ کے جسم اور وجود کا محتاج نہیں ہے۔ آپ کی تدریس، اور تقریر قیامت تک بولے گی اور لوگوں کو بتایا جائے گا کہ ایک ایسا بھی آیا تھا جو جہانِ دانش بن کر گیا۔ شیخ الاسلام نے فاذکرونی کا حق ادا کیا ہے، اس لئے اب جب اذکرکم ہوگا تو زمانہ بولتا رہے گا مگر پھر بھی کہے گا:

ابھی تو چند لفظوں میں سمیٹا ہے تجھے میں نے  ابھی میری کتابوں میں تیری تفسیر باقی ہے

۹۔ محترمہ ڈاکٹر بصیرہ عنبرین (ڈائریکٹر ادارہ زبان و ادبیات اردو) نے اس تقریب میں لب کشائی کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اس لحاظ سے بہت خوش قسمت ہیں کہ انہوں نے 1500 سالہ جشنِ ولادتِ مصطفی ﷺ کی مناسبت سے اپنی پانچ کتابیں پیش کیں۔ میری دانست میں یہ نبی مکرم ﷺ کے حوالے سے ایک ایسا علمی تحفہ ہے جس پر جتنی بھی ہدیہ تبریک و تحسین پیش کی جائے وہ کم ہے۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، ڈاکٹر علامہ طاہر القادری صاحب کا ایک بہت بلند مقام ہے، خاص طور پر قرآن و سنت اور نبی پاک ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی روشنی میں تربیت دینے کے حوالے سے۔ ان کی تمام کتب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ ما قبل کی تمام تحقیقات کو سامنے رکھ کر آج کے دور کے مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ ہم اکثر مسائل پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اور ان کے حل کو بھول جاتے ہیں مگر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب اس لحاظ سے نہایت محترم ہیں کہ انہوں نے ہر دور کے تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے اپنی تحریریں پیش کیں۔ یہ پانچ تصانیف ہماری اکیسویں صدی کے مسائل کو بڑی خوبصورتی سے حل کرتی ہیں۔ انہوں نے ان مسائل کا براہِ راست ذکر نہیں کیا، لیکن ان کا علاج ان میں موجود ہے۔

میں نے ان کی کتابوں کا خلاصہ اور تعارف دیکھا تو میں حیران رہ گئی کہ عربی اور اردو دو زبانوں کی لسانی مطابقت یا تاثیر کی حامل یہ کتب ایسی ہیں کہ یوں سمجھ لیں کہ مصنف نے قاری کی انگلی پکڑ کر چلایا ہے۔ عام طور پر اسلامی کتابوں میں مصادر کا ذکر اتنا نہیں کیا جاتا۔ زیادہ تر واقعات، کہانیاں اور قصے جمع کر دیے جاتے ہیں جن کے حوالے ہمیں معلوم نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی یہ کتاب، جو عبادت اور استعانت کا احاطہ کرتی ہے، اس میں سو سے زائد حوالے دیے گئے ہیں۔ یہ سو سے زائد

حوالے کسی بھی ایک موضوع پر بہترین کتابوں سے لیے گئے ہیں۔ ایک اچھا لکھنے والا ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے کہ جو اس کا بہترین ماخذ ہے، صرف اسی کو حوالے میں شامل کرتا ہے۔ یہ کتب روانی اور تسلسل کی مثال ہیں اور ان میں کہیں ابہام یا مشکل نہیں۔

ذاتی طور پر مجھے ان کتب سے بہت فائدہ ہوا اور مجھے بہت لطف آیا۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ایسی کتب لکھنے کی ضرورت ہے۔ ان کتب کے مطالعے سے ہماری نئی نسل پر علم و فکر کا نیا دریچہ کھلے گا۔ اتنی تفصیل اور تمام حوالوں کے ساتھ بات کرنا قابل قدر کارنامہ ہے۔ ہمیشہ ایسی باتیں اور ایسے کام زندہ رہتے ہیں جو اخلاص سے کیے گئے ہوں اور کرنے والا ایک مخلص شخص ہو۔ کیونکہ اخلاص اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور جو اسے پا جاتا ہے اس کا کام بھی قبول ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے یقیناً اس راز کو پالیا ہے۔

۱۰۔ محترم اوریا مقبول جان (سینئر صحافی و کالم نگار) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج سے تقریباً چالیس سال پہلے میں نے مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب "ام الکتاب" پڑھی جو سورۃ فاتحہ کی تفسیر تھی اور تقریباً سو صفحات پر مشتمل تھی۔ کسی کتاب کو پڑھنے کے بعد بعض دفعہ انسان سیر ہو جاتا ہے کہ اب شاید کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہی لیکن بعض اوقات آپ کتاب پڑھتے ہیں تو آپ کی تشنگی برقرار رہتی ہے۔ چالیس سال پہلے اس کتاب نے جو تشنگی پیدا کی تھی، آج چالیس سال بعد سورۃ فاتحہ پر لکھی گئی شیخ الاسلام کی کتاب کو دیکھ کر وہ تشنگی مکمل ہوئی۔ جو سوالات میں سمجھتا تھا کہ وضاحت طلب ہیں، جن پر ابھی قلم نہیں اٹھایا گیا، وہ شیخ الاسلام نے اس کتاب کے اندر پورے کیے ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ جب مجھے شیخ الاسلام کی یہ کتابیں ملیں تو میرے لیے خوشی کا سب سے پہلا لمحہ یہ تھا کہ میرے جیسے کم علم شخص کے جو سوالات چالیس سال پہلے پیدا ہوئے تھے، جن کا جواب صاحبانِ علم دیا کرتے ہیں، وہ جوابات مجھے میسر آ گئے۔ آج میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمارے درمیان ایک ایسی شخصیت کو پیدا کیا ہے جو اپنے عہد کے اندر بھی اور اس سے پہلے کے عہد کے اندر بھی جو سوالات تشنہ رہ گئے تھے ان کا جواب دے رہے ہیں۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ عموماً دو طرح کے ادیب اور علمائے کرام ہمارے درمیان ملتے ہیں: ایک وہ جو اپنے عہد کے سوالات کو چنتے ہیں اور پھر ان کا جواب دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑے لوگ ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ ہوتے ہیں جو پچھلی تشنہ باتوں کی کہیں نہ کہیں خانہ پُری کرتے ہیں۔ لیکن یہ کمال صرف اور صرف میں نے شیخ الاسلام میں دیکھا ہے کہ وہ گزرے ہوئے اور آج کے عہد کے درمیان موجود سوالات کا احاطہ کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کا کام بہت ضخیم اور بڑا ہو جاتا ہے، لیکن کام کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والوں کی تسلی اور تشفی کرے۔

شیخ الاسلام کا کمال یہ ہے، جو میں نے ان کی تمام کتابوں میں دیکھا ہے کہ ان کی کتابیں انسائیکلوپیڈیا کی طرح تمام موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ جب ایک شخص عبادات کو صرف ایک "ورزش" کے طور پر نہیں لیتا بلکہ اس کے اندر شعور کے ساتھ ساتھ روح پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے یہ سب نصیب ہوتا ہے اور یہ صرف اسی شخص کو نصیب ہوتا ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بصیرت، بصارت اور علم اپنی بارگاہ سے عطا کیا ہو۔

۱۱۔ محترم علامہ ڈاکٹر سید ضیاء اللہ شاہ بخاری (امیر متحدہ جمعیت الحدیث پاکستان) نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج ربیع الاول کی مناسبت سے ہمارا یہ اجتماع نہایت مبارک اور روح پرور ہے۔ اس کی خوشبو میں اس لحاظ سے اور بھی اضافہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کامل رحمت اور خاص توفیق کے ساتھ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کو مزید عظمتوں اور عزتوں سے سرفراز کیا گیا ہے کہ ان کے قلمِ مبارک سے آج پھر الحمدللہ پانچ بہت ہی روح پرور اور بصیرت آمیز کتابوں کی رونمائی ہو رہی ہے۔ ایں سعادت بہ زور بازو نیست۔ انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کی رحمت، اس کی پسند اور اس کا انتخاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ہستی کو، جو ہمارے بزرگ اور رہنما ہیں، انہیں یہ شرف بخشا۔ اللہ ان کا سایہ ہم پر دیر تک سلامت رکھے۔

میں اپنے مشاہدات اور تجربات کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں کہ اگر کسی نے قرآنِ مجید کی تدریسی یا تحریری طور پر خدمت انجام دی تو ہم نے محبت کے ساتھ ان کے نام کے ساتھ "شیخ القرآن" یا "شیخ التفسیر" لکھا۔ اگر کسی کو اللہ نے یہ سعادت بخشی کہ انہوں نے حدیثِ نبوی کی تدریس، تبلیغ، تحریر اور شرح کے ذریعے خدمت کی تو ہم نے انہیں "شیخ الحدیث" کا لقب دیا۔ اگر کسی نے سیرتِ مبارکہ پر لکھا تو ہم نے انھیں "سیرت سکالر" بلکہ "شیخ السیرۃ" کا لقب دے دیا۔ لیکن جس شخصیت کو اللہ نے یہ توفیق اور شرف بخشا کہ وہ جب لکھنے اور بولنے پر آئے تو انھوں نے قرآن کی تفسیر پر لکھا علومِ قرآن پر لکھا، نبی پاک علیہ السلام کی احادیث پر جلدوں پر جلدیں اردو، انگلش اور عربی میں لکھیں، سیرت کی بات آئی تو اس پر لکھتے اور بولتے چلے گئے تو کیوں نہ ہم انھیں شیخ الاسلام کہیں۔

سیرت و اخلاق نبوی پر شیخ الاسلام کی ان تصنیفات کے نام بھی اللہ کی توفیق کے ساتھ الہامی محسوس ہوتے ہیں اور ان کے مشمولات بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ شیخ الاسلام کی ان کتابوں کے اندر میں نے جو نظم و ضبط اور علمی اسلوب دیکھا ہے، جو ترتیب دیکھی ہے، میں حیران ہوتا ہوں کہ مصادر اور مراجع سے سارا نچوڑ اور مکھن نکال کر اس قدر ترتیب اور اتنے شگفتہ اور مبارک الفاظ کا چناؤ کر کے بیان کر دیا ہے کہ قاری جب پڑھتا ہے تو اس کی روح تازہ ہو جاتی ہے۔ شیخ الاسلام کی کتب کے ابواب و فصول کے عنوانات میں سے ہر عنوان نبی پاک ﷺ کی محبت اور عقیدت سے لبریز نظر آتا ہے۔ ایک ایک لفظ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت ٹپک رہی ہے اور میں جب ان کتب کا مطالعہ کر رہا تھا تو میری محبت میں اور اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور یہ شعر بار بار میری زبان پر آ رہا تھا:

**کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں          یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں**

رسول اللہ ﷺ کی آلِ اطہار اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام سے محبت رکھنا ہی ہمارا معتدل موقف اور مسلک ہے۔ میں شیخ الاسلام سے جو محبت کرتا ہوں، اس کے اسباب میں سے یہ بھی ایک سبب ہے کہ انہوں نے اپنی ان کتب میں ان دونوں مقدس طبقات کی محبت کو بھی بیان کیا ہے۔ ان کتب کے اندر شیخ الاسلام نے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ، آپ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے اچھے اخلاق کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ اگر کوئی شخص ان کتب کو پڑھ لے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو وہ دنیا کے بہترین مسلمانوں اور کائنات کے بہترین انسانوں میں شمار ہو گا۔

''تفسیر سورۃ فاتحہ'' اور ''القول المبین فی تفسیر ایاک نعبد وایاک نستعین'' بھی اپنے اندر علوم و معارف کا ایک جہاں سموئے ہوئے ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ الاسلام کو رب نے یہ سعادت بخشی کہ انہوں نے اصولِ تفسیر پر الفتح الکبیر کے نام سے کتاب لکھی اور اس کا نام بھی بڑا بصیرت آمیز رکھا۔ ایک فتنہ اٹھ رہا ہے جو کہتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس کی تشریح اور ترجمہ، یعنی متن کی تشریح، ادب کے خلاف ہے اور اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یاد رکھیے! اس فتنے کے سدباب کے لیے اس دور میں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو ایک منظم، مربوط اور مدون انداز سے، ہمارے اسلاف اور آج کے دور کے تقاضوں کے مطابق کام کرے۔ اللہ نے شیخ الاسلام کو یہ توفیق دی کہ انہوں نے "الفتح الکبیر" جیسی عظیم کتاب کو مدون انداز سے پیش کیا۔ ان کتب کے مطالعے سے انسان اپنی روح میں ایک عجیب بلندی محسوس کرتا ہے اور انسان پکار اٹھتا ہے:

**نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز          یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے**

ان کتب کے مطالعہ کرنے کے بعد انسان کے دل سے بے ساختہ یہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ ان کی عمر میں برکت دے، ان کا سایہ سلامت رکھے اور تحریکِ منہاج القرآن کو اسی قوت اور طاقت کے ساتھ جاری و ساری رکھے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ان شاءاللہ ہم آپ کی اس علمی تحریک کے ساتھ کھڑے ہیں اور آپ جو کتاب و سنت کی خدمت اور اللہ و رسول کی محبت کے فروغ کا مشن لے کر نکلے ہیں، نبی پاک کی حرمت کے تحفظ کے لیے جو آپ کاوشیں کرتے ہیں، ہم ان شاءاللہ اس میں آپ کے ساتھ کھڑے ہیں، آپ کے معاون اور رفقا ہیں، ان شاءاللہ آپ کا یہ مشن ضرور کامیابیوں سے ہمکنار ہو گا اور اللہ کی نصرت کا حقدار بنے گا۔

۱۲۔ محترم آصف نسوانہ (صدر لاہور ہائیکورٹ بار) نے تقریب کے شرکاء سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ 1500 سالہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے اس مبارک موقع پر شیخ الاسلام کی ان تصانیف سے بڑھ کر کوئی اور انمول اور بیش قیمت تحفہ نہیں ہو سکتا۔ شیخ الاسلام کی تصانیف اور خطابات ہماری آنے والی نسلوں کے لیے ایک ایسا علمی ذخیرہ ہیں جس سے ہم قیامت تک فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بین المذاہب رواداری اور بین المسالک ہم آہنگی میں شیخ الاسلام کی آواز سب سے زیادہ توانا اور مؤثر ہے۔ ہمیں ان تمام تصانیف سے نہ صرف علمی فائدہ اٹھانا ہے، بلکہ ان کو اپنی عملی زندگی میں بھی شامل کرنا ہے۔ آج اگر ہم اقوامِ عالم میں ذلیل ہو رہے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم تفسیر قرآن اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر لکھی گئی اس طرح کی کتب سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر ہمیں اپنے آپ سے یہ وعدہ کرنا چاہیے کہ ہم ان تصانیف اور سیرتِ مصطفیٰ ﷺ سے نہ صرف خود فائدہ اٹھائیں گے، بلکہ سیرت کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا کر آنے والی نسلوں تک بھی منتقل کریں گے۔

۱۳۔ محترم علامہ سید جواد نقوی (مہتمم جامعہ عروۃ الوثقیٰ، صدر مجمع المدارس تعلیم الکتاب والحکمہ)

نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج یہ تقریبِ سعید جو حضرت شیخ الاسلام کی نئی تحقیق کی رونمائی کے لیے منعقد کی گئی ہے اور ان کے علم کے گلستان سے ایک نیا پھل اس امت کو عطا کیا گیا ہے، اس پر میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس تقریب میں شرکت ہمارے لیے ایک اعزاز اور سعادت ہے۔ جو فیض اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت شیخ الاسلام کے وجود سے جاری رکھا ہوا ہے، یہ ایک بڑا اعزاز ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے کہ جو شخص چالیس دن اللہ کے لیے اخلاص اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل سے علم و حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے۔ وہ چشمے کبھی خشک نہیں ہوتے اور وہ فیض اس شخصیت کے ذریعے خلقِ خدا تک پہنچتا رہتا ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کلمۂ طیبہ کی مثال شجرۂ طیبہ کی ہے جس کی جڑیں راسخ ہیں اور جس کی شاخیں آسمان میں بلند ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہر لمحہ اپنا پھل دے رہا ہے۔ اسی کا ترجمہ فارسی ادیب نے یوں کیا ہے:

ہر روز ازیں باغ بری می رسد تازہ ترازتازہ تری می رسد

”اس گلستان سے ہر دن ایک نیا اور تازہ پھل نکل رہا ہے جو پہلے سے بھی زیادہ تازہ ہے۔“ ابھی شاید ایک سال بھی نہیں گزرا کہ شیخ الاسلام کی سابقہ تحقیقات کی رونمائی ہوئی تھی اور امت اس خوشبو سے ابھی معطر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کے 1500 سالہ جشن کے موقع پر جناب شیخ الاسلام کے قلم اور ان کے فکر سے ایک نیا پھل امت کو عطا کر دیا ہے۔ آپ پاکستان پر اور ملتِ اسلامیہ پر، خصوصاً ان لوگوں پر جنہوں نے حضرت شیخ الاسلام سے بلاواسطہ استفادہ کیا ہے اور جو بالواسطہ کر رہے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا بڑا لطف و احسان ہیں۔ آپ ایک ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے تحقیق کے میدان میں جب اپنا کمال دکھایا تو سیکڑوں کتب منظر عام پر آگئیں جو ایک بہت عظیم ذخیرہ ہیں۔ ان شاء اللہ یہ فیض جاری رہے گا اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کا سایہ دیر تک امت پر قائم فرمائے اور ہر روز یہ فیض امت کو پہنچتا رہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ شخصیت جو ایک تحفے کے طور پر دی ہے، ان کے آثارِ علمی و عملی بتاتے ہیں کہ انھوں نے اپنا وقت ضائع نہیں کیا۔ عموماً ہم پاکستانی علمی مراحل طے کرتے ہوئے جلدی تھک جاتے ہیں اور ابتدائی تعلیمی مراحل میں ہی یہ احساس آجاتا ہے کہ جب پڑھے بغیر ہی قوم ہمیں علامہ اور عالم مان لیتی ہے تو مزید پڑھ کر عمر ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت شیخ الاسلام نے قوم کے اس رویے کو اہمیت نہیں دی اور الحمد للہ ملک کے اندر اور باہر تعلیمی اور عصری تعلیم اپنے اعلیٰ ترین

درجے تک مکمل کی اور پھر عمل کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ انہوں نے جب ادارہ سازی کا عمل کیا تو اللہ نے انہیں جو قابلیت دی، وہ عظیم ادارہ "منہاج القرآن" کی صورت میں، یونیورسٹی کی صورت میں اور اس سے ملحقہ ہزاروں گلستانوں کی صورت میں ملک بھر میں آباد ہے۔ یہ بھی ان کی ایک علمی اور قائدانہ قابلیت کا فیض تھا جو اللہ نے ان کے توسط سے اس ملت کو عطا کیا۔

منہاج القرآن کے قیام سے پہلے لوگوں کی مذہبی عقیدت اور جذباتیت کسی اور نوعیت کی تھی مگر منہاج القرآن کے قیام کے بعد ان کی علمی و عملی خدمات کے باعث قوم اور ملت پر اس حوالے سے واضح فرق نظر آئے۔ جنہوں نے دونوں ادوار دیکھے ہیں، انہیں اندازہ ہے کہ منہاج القرآن اور حضرت شیخ الاسلام کے افکار نے ملت کے اندر ایک نمایاں فرق ڈالا ہے۔ پہلے جو تشدد، جنونیت، بے فکری اور لاعلمی تھی، خطابت کے ذریعے جو شور شرابہ تھا، اس کے اندر جناب شیخ الاسلام کی شخصیت اور فکر نے ایک ٹھہراؤ، ایک نئی جہت، ایک سنجیدگی اور جدت پیدا کی ہے۔ آج الحمدللہ ہمیں ملک میں جہاں بھی جائیں، ان کی اس علمی کاوش کے نتائج نظر آتے ہیں۔

پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ انھوں نے فکری آزادی کا دروازہ کھولا۔ ہم نے اپنے مسلک، یعنی تشیع میں بھی اور دوسروں نے بھی اپنے مسالک میں وہ خطوط اور لکیریں کھینچ دی ہیں کہ انسان علم حاصل کرنے کے بعد بھی فکری طور پر پابند ہی رہتا ہے اور اس فکری لکیر سے آگے پیچھے نہیں جاتا۔ جو کچھ کسی بزرگ نے ماضی میں کہہ دیا ہے، ہم نے اسی کو دین سمجھ لیا ہے۔ شیخ الاسلام صاحب نے ان تمام فکری خطوط کا نئے سرے سے جائزہ لیا اور قرآن وسنت کی روشنی میں حقیقت کو جرأت سے بیان بھی کر دیا اور ہر طبقہ کو فکری آزادی دی۔

علامہ اقبال نے اپنی قوم کو جو بنیادی ٹرننگ پوائنٹ دیا، وہ "دین کی شناختِ نو" ہے۔ نئے سرے سے دین کی پہچان۔ دین نیا نہیں بنانا، لیکن شناخت نئی ہونی چاہیے، ہر دور کو ایک نئی شناخت کی ضرورت ہے۔ یہ جرأت اگر ہم علامہ اقبال کے اس ٹرننگ پوائنٹ کے بعد دیکھیں تو وہ ہمیں شیخ الاسلام صاحب کی شخصیت میں نظر آتی ہے جنہوں نے یہ فکری جرأت کی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام نے تحریک شروع کی اور ایک جامد اور منجمد قوم میں حرکت پیدا کی، جو دنیا کو دور تک نظر آئی اور ان شاءاللہ وہ حرکت جاری ہے۔ یاد رکھیں! حرکت ہی اپنے مقصد تک پہنچتی ہے۔ جامد چیز کبھی اپنے مقصد تک نہیں پہنچتی۔

شیخ الاسلام کی جرأت اور شجاعت بھی قابلِ تقلید ہے۔ اس کی ایک مثال سیلاب زدگان کی خاطر مینارِ پاکستان میں اپنی عالمی تقریب کو محدود کر کے اس پر آنے والے اخراجات کو سیلاب زدگان کی مدد

کے لیے وقف کرنا ہے۔ یہ فیصلہ ہر مذہبی رہنما نہیں کر سکتا۔ پاکستان میں مذہبی قیادت اپنے ہی متشدد طبقے کے سامنے مغلوب ہے، دبی ہوئی ہے لیکن حضرت شیخ الاسلام نے یہ بتادیا ہے کہ اللہ قیادت جس کو دیتا ہے، اسی کام کے لیے دیتا ہے۔

پاکستان میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف آج ریاست نے جو جرأت حاصل کی ہے کہ دہشت گردی کو خوارج کا فتنہ قرار دیا ہے، یہ جرأت شیخ الاسلام صاحب کی دی ہوئی ہے۔ جب کوئی جرأت نہیں کرتا تھا، اس وقت حضرت شیخ الاسلام نے ایک تاریخی فتویٰ دیا اور پھر اس کے کئی سالوں بعد ریاست کو یہ موقف سمجھنے کی جرأت ہوئی کہ یہ خوارج کا فتنہ ہے اور اس سے خوارج کی طرح ہی نمٹنا ہوگا۔

آج حضرت شیخ الاسلام پاکستان اور اسلام کی پہچان کا عالمی چہرہ ہیں۔ اس وقت ایک ہی شخصیت ہیں جن کے ذریعے سے ملک اور دین پہچانا جاتا ہے۔ جب جہاد کے نام پر دہشت گردی پھیلائی جا رہی تھی، حضرت شیخ الاسلام نے اسلام کا ایک معتدل اور درست چہرہ دنیا کو بتایا۔ انہوں نے جرأت سے اور علمی و فکری دلائل کے ساتھ پوری دنیا میں اسلام کی ایک پہچان پیش کی ہے۔

آج پاکستان میں قیادت کی کمی ہے۔ یاد رکھیں! مغلوب قیادت قوم کی رہنمائی نہیں کر سکتی۔ جو خاموشی آج پاکستان اور امتِ اسلامیہ میں ہے، وہ شیخ الاسلام جیسے جری اور بہادر رہنما ہی توڑ سکتے ہیں اور قوم کو لائحہ عمل دے سکتے ہیں۔ مغلوب قیادت قوم کو جرأت نہیں دے سکتی جو اپنے متشدد پیروکاروں کے تابع ہو۔ آج شیخ الاسلام نے تمام مسالک کے اکابرین کو ایک جگہ لا کر بٹھا کر ایک گلدستہ بنایا اور ایامِ میلاد میں رسول اللہ ﷺ کو ایک ہدیہ پیش کیا کہ: "یارسول اللہ، ہماری طرف سے یہ تحفہ قبول فرمائیں کہ ہم نے بکھری ہوئی امت کو ایک جگہ بٹھا دیا ہے۔" اللہ نے آپ کو ملتِ پاکستان کے لیے واسطۂ فیض بنا دیا ہے اور آپ اللہ اور نبی کا علمی، معنوی اور روحانی فیض پہنچا رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ دراز فرمائے اور یہ فیض اسی طرح جاری رہے۔

۱۴۔ محترم علامہ ڈاکٹر محمد شہزاد مجددی (سربراہ ادارۃ الاخلاص) نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس مجلس میں بیٹھنے کے بعد جو فیضان میں نے محسوس کیا، میں اسی کو پیش کرتا ہوں۔ یہ ہمیشہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کا تھوڑا بہت ذوق رکھتے ہیں، وہ اس چیز کو محسوس کرتے ہیں کہ جب ہم کسی شخص سے ملتے ہیں یا کسی مجلس میں جاتے ہیں، تو وہاں موجود اثر بھی ہمیں کچھ نہ کچھ پیغام دے رہا ہوتا ہے۔ علم و ادب سے حضرت شیخ الاسلام کا باطنی تعلق اور فکری مناسبت واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اگر اس کا کوئی باقاعدہ نفسیاتی تجزیہ کیا جائے، تو اس پر پوری ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ میں حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ اس سال جو پانچ کتابیں آئی ہیں، اگر علم و فضل کا کوئی مسافران کے صرف نام ہی سن لے — متن تو بہت دور کی بات ہے — جس نے امام سیوطی، ابن حجر عسقلانی، رازی کو پڑھا ہو، تو وہ ان ناموں پر ہی آپ کو سلام پیش کرے گا۔ میں اس بات پر حیران ہوں کہ جس طرح کا اس وقت علم کا قحط ہے، ایسا شاید ہی پہلے کبھی ہوا ہو حالانکہ یہ آئی ٹی، اے آئی اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ آپ جیسی شخصیت ہی اس کا جواب دے سکتی ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ آج علم سے دوری نہیں بلکہ ہم نے اب علم دشمنی دیکھی ہے۔ کشف المحجوب میں داتا گنج بخش علی ہجویری نے لکھا ہے کہ انسانی نفس "by default" علم دشمن اور جہل پسند ہے۔ اس وجہ سے اس دور میں، جہاں لوگ زندگی میں چار یا پانچ کتابیں لکھ کر ہی کافی سمجھتے ہیں، اس عہدِ جہل میں علم کی ایسی بہتات اور فکر کی ایسی فراوانی کوئی شیخ الاسلام ہی عطا کر سکتا ہے۔

جب میں یہاں مختلف مسالک کے علماء کو اظہار خیال کرتے سنا تو ایک اور ہی کیفیت ہوتی ہے۔ اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے استاد حضرت شیخ شمس الدین یحییٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلفاء میں سے تھے، لیکن صرف صوفی نہیں تھے، بلکہ بہت بڑے علامہ بھی تھے۔ وہ فرماتے ہیں:

سألت العلم من احياك حقا — فقال العلم شمس الدين يحیٰ

”میں نے علم سے پوچھا کہ اے علم! تجھے حقیقت میں کس نے زندگی عطا کی؟ تو علم نے مجھے جواب دیا کہ شمس الدین یحییٰ نے۔“ یعنی، مجھے پڑھنے پڑھانے والے تو بہت تھے، لیکن میرا احیاء کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صرف عالم یا علم پرور نہیں ہیں، بلکہ ہماری علمی روایت میں اس دور میں ہمارے خطے پر جس نے علم کا احیا کر کے دکھایا ہے، وہ ہستی ہیں۔ اس میں ایک خوشگوار حیرت یہ بھی ہے کہ ہم نے خطابت کے جس دور میں شعور کی آنکھ کھولی، وہاں جوش و خروش اور جذبہ تو تھا، لیکن اس میں علمیت اور حوالہ جاتی رجحان نہ ہونے کے برابر تھا۔ ڈاکٹر شیخ الاسلام ڈاکٹر

طاہر القادری کا ایک بہت بڑا کمال بطور خطیب یہ ہے، جس کو میں نے بہت شروع میں ایک طالب علم کی حیثیت سے محسوس کیا کہ آپ نے پہلی بار خطابت کو تحقیق کا "touch" دیا۔ ان سے پہلے خطیب کا دورانِ خطاب حوالہ دینے کا تصور نہ تھا۔ اس کا رجحان جس ہستی نے ہمارے ماحول میں پیدا کیا، جن کی خطابت کی برکت اور ذوقِ خطابت کی تاثیر سے ایسا ہوا، وہ بھی ڈاکٹر شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ اعزاز بھی ہے کہ آج جب لوگ کاغذ کا لمس بھی بھولتے جا رہے ہیں اور پی ڈی ایف کی دنیا میں جی رہے ہیں، ایسے دور میں کتاب کو زندہ کرنا ایک بہت بڑا کمال ہے۔ میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا، بلکہ امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التاریخ التاریخ میں لکھا ہے کہ جس شخص نے کسی امام کی کتاب کو زندہ کیا ہو، وہ ایسے ہے جیسے اس نے اس امام کو قبر سے نکال کر زندہ کھڑا کر دیا ہو۔ اس کا انعام روزِ محشر اللہ رب العزت اس عالم، محقق، مصنف، مؤلف یا مترجم کو یہ دے گا کہ حشر کے میدان میں اس امام کے ساتھ کھڑا کرے گا۔ پس جو شخص سیرت پر کام کرے، ہو سکتا ہے اللہ اپنے فضل سے اسے رحمت للعالمین کے ساتھ کھڑا کر دے۔ سوال یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ کے قرآن کی خدمت کا شرف مل جائے تو وہ کس کے ساتھ کھڑا ہو گا؟ یقیناً اللہ اس کو اپنی معیتِ خاصہ عطا فرمائے گا۔

حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علم سے مناسبت اور محبت ان کا کمال تو ہے ہی، لیکن یہ رب علیم کا ہم پر بھی بہت بڑا احسان ہے کہ ہمارے اندر ایک ایسا شخص موجود ہے جو علماء کو بھی جگاتا رہتا ہے اور محققین کو بھی مہمیز لگاتا رہتا ہے۔ جس ایک کتاب کی برکت سے نہ جانے کتنی کتابیں دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ ہر ایک کے پاس علم ہوتا ہے، مگر ایسا علم کسی کسی کے پاس ہوتا ہے۔ میں اس علم کا عینی شاہد ہوں؛ میں نے علم کو صرف پڑھایا دیکھا نہیں ہے، بلکہ الحمدللہ، چکھا ہے۔ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے سے علم کا فیض منتقل ہونا شروع ہو جاتا تھا۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب کا کمال یہ ہے کہ یہ کینیڈا اور لندن میں بیٹھ کر بھی وہی فیض منتقل کر رہے ہیں، یعنی وہ شخص جو ان کی مجلس میں نہیں بیٹھ سکتا یا صحبت کا شرف نہیں پا سکتا، تو کتاب کے ذریعے اسے معنوی مجالس اور صحبت کا موقع اور شرف بھی عطا ہو جاتا ہے۔

یاد رکھیں ! ڈاکٹر طاہر القادری ایک شخص یا فرد نہیں ہیں، یہ ہماری چودہ سو سالہ علمی روایت کا زندہ مجسم نمونہ ہیں۔ میں یہ بات بغیر کسی مبالغے کے کہہ رہا ہوں۔ بلکہ جو کہنا چاہتا ہوں، رک جاتا ہوں کہ ماحول ایسا ہے، حالات ایسے ہیں کہ ہمارے ہاں عیب ڈھونڈے جاتے ہیں اور خوبیاں چھپائی جاتی ہیں۔ بزرگ کہتے ہیں کہ اعلیٰ ظرف انسان وہ ہوتا ہے جو اپنے مخالف کی خوبی پر بھی نظر رکھتا ہو۔ صوفیوں کا تو یہ منشور ہوتا ہے کہ وہ اپنی خوبی نہیں دیکھتے اور دوسروں کا عیب نہیں دیکھتے۔

ڈاکٹر صاحب، آپ کے ظرف کی وسعت کو سلام ہے کہ آپ نے جس دور اور عہد میں زندگی گزاری ہے، اس کے لیے بہت بڑا ظرف درکار ہے۔ ایسے عہد ناپرساں میں جہاں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ہزار سال پہلے کہتے ہیں: مَن کہ علی بن عثمان الجلابیم ، در بلدۂ لاہور کہ از مضافاتِ مُلتان است، میان ناجنساں گرفتار بودم۔ میں علی بن عثمان الجلابی لاہور شہر میں مقیم ہوں جو کہ ملتان کے مضافات میں ہے اور ناہموار طبیعت والے لوگوں میں گھرا ہوا ہوں۔ ہزار سال پہلے کا یہ آشوب، یہ قحط، یہ زوال ہے۔ اس دور میں آپ جیسی کسی ایسی ہستی کا موجود ہونا کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔ ایسے شخص کا کھڑا ہو کر علم، عمل اور اخلاص کی بات کرنا، اس کے لیے ظاہری اسباب نہیں، بلکہ تائید ربانی چاہیے۔ یاد رکھیے! علم کی خدمت تائید ربانی کے بغیر نہیں ہوتی۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ علم، سایۂ برکت اور سایۂ فیض و روحانیت عالمِ اسلام پر قائم و دائم رکھے اور یہ فیضانِ علمی اسی تحریک کی شکل میں آگے بڑھتا رہے۔

۱۵۔ محترمہ صوفیہ بیدار (ادیبہ، مصنفہ، کالم نگار) نے شرکاء تقریب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری وہ واحد "intellectual religious scholar" ہیں جنہوں نے خواتین کو ہمیشہ بھرپور نمائندگی دی ہے۔ چاہے وہ میدانِ سیاست ہو، معاشرت ہو، تعلیم ہو یا مردوں کے شانہ بشانہ باپردہ زندگی گزارنے کا شعبہ ہو، آپ نے خواتین کو کہیں بھی نظرانداز نہیں کیا۔ وہ شخص کتنا محترم ہے جو اس آج قرآن وسنت کے حقیقی پیغام کو لے کر چل رہا ہے اور مذہب و معاشرت کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔ یہ لوگ چند سالوں کی زندگی لے کر نہیں آتے، یہ

صدیوں کی زندگی لے کر آتے ہیں۔ ان کی کتب پانچ ہزار سال تک زندہ رہیں گی، ان کا کلام چلتا رہے گا اور آنے والے "scholars" اور لوگ اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔

میں جب مذہبی موضوعات پر کتابیں پڑھتی ہوں تو اس میں سچائی کی خاطر تحریر بعض مرتبہ بالکل "straightforward" اور سیدھی ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ اس میں رنگینی، تنوع یا ہلکی سی خشکی آ جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو ایک اور نعمت بھی دی ہے کہ وہ مذہبی "scholar" ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ادیب کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ ان کی تحریر میں ایک چاشنی ہے، ان کی تقریر میں ایک رنگ ہے۔ وہ رنگ یہ ہے کہ جیسے ایک چڑھتا ہوا دریا سمندر بن جاتا ہے۔ مذہب کی وہ باتیں جن پر ہمیں خاموشی ملتی ہے، وہ اس کی گرہیں پانیوں پر لگی ہوئی گرہوں کی طرح کھولتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

انہوں نے مذہب میں اعتدال کا راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ نوجوانوں کو ایک صراط مستقیم پر چلا رہے ہیں۔ اتنی بڑی طاقت کسی مذہبی "scholar" کے پاس نہیں جتنی ان کے پاس ہے، اس کے باوجود، انہوں نے ظلم کے جواب میں اپنے کارکنوں کو ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ حالانکہ ان کے ایک اشارہ ابرو پر کیا سے کیا ہو جاتا، لیکن انہوں نے ان کو منفی طور پر استعمال نہیں ہونے دیا اور انھیں محبت اور عشق کی مہار کے ساتھ اپنے ساتھ لگائے رکھا۔

۱۶۔ محترم علامہ مفتی زبیر فہیم (اتحاد مدارس العربیہ پاکستان) نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ جب بڑی شخصیات اور بڑے لوگ بڑا کام کر رہے ہوتے ہیں تو وہ اپنی اولاد کی طرف توجہ نہیں دے پاتے۔ بہت بڑے بڑے نام ہیں، جن کی اولاد اپنے والدین کے لیے نالائق

ثابت ہوئی اور ان کے راستے، ان کی فکر اور ان کی وراثت سے ہٹ گئی۔ لیکن میں قبلہ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ان کی اولاد بھی ان کے مشن کو لے کر آگے بڑھ رہی ہے۔ ان کے علمی کام اور ان کا فیضان ان شاء اللہ امت کے لیے جاری رہے گا۔ ان کے بیٹے اور پھر ان کے پوتے بھی اس فیضان کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یقیناً یہ اللہ رب العزت کے ہاں قبولیت کی دلیل ہے۔ ربیع الاول کے بابرکت مہینے میں انہوں نے جن پانچ کتابوں کا تحفہ امت کو دیا ہے، اللہ کریم امت کو ان سے پورا پورا نفع اٹھانے کی توفیق نصیب فرمائے:

کچھ نہ کچھ لکھتے رہو ورق کے صفحات پر
یہی ایک رابطہ رہ جائے گا نسلِ نو سے

اس پروقار اور خوبصورت تقریب کے اختتام پر فضیلۃ الشیخ الأستاذ الدکتور أحمد بدرۃ نے خصوصی دعا کروائی اور یہ پروقار علمی، فکری اور روحانی تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

ایوان اقبال

ایوان اقبال

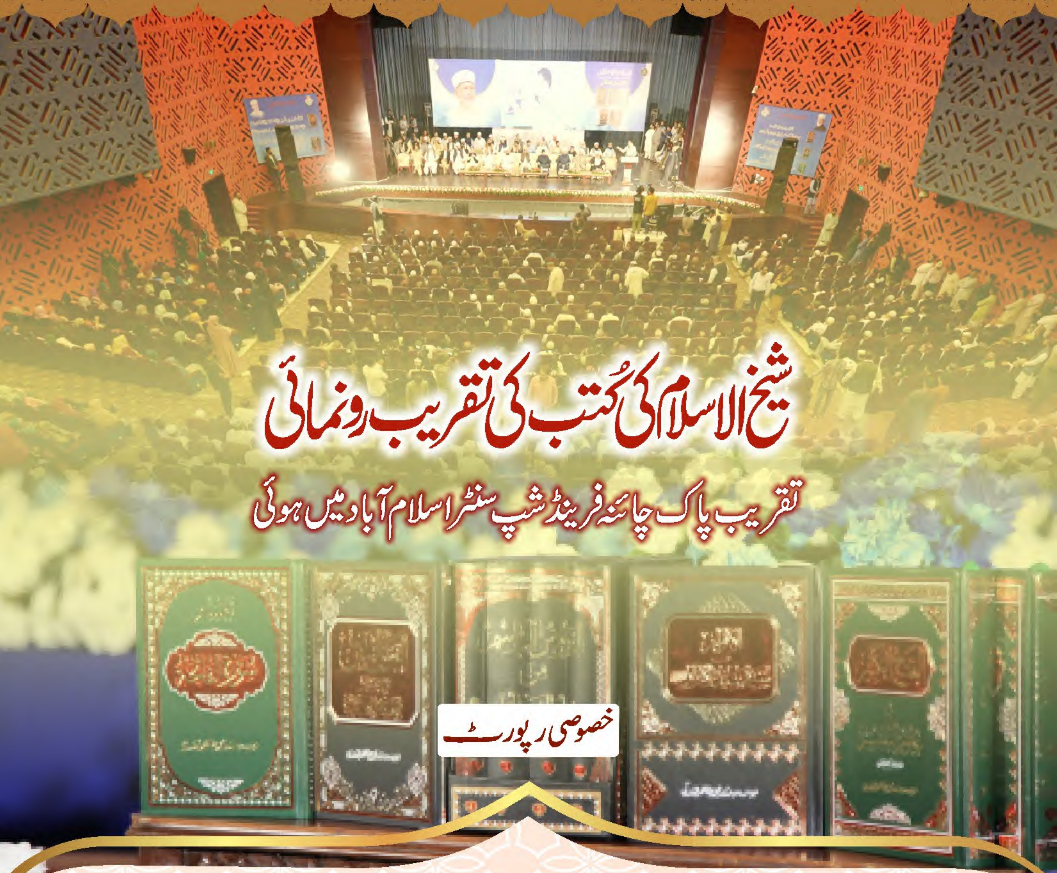

# شیخ الاسلام کی کُتب کی تقریب رونمائی

## تقریب پاک چائنہ فرینڈ شپ سنٹر اسلام آباد میں ہوئی

خصوصی رپورٹ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 5 نئی علمی و تحقیقی کتب: الفتح الکبیر فی علوم التفسیر، تفسیر سورۃ الفاتحہ، القول المبین فی تفسیر ایاك نعبد و ایاك نستعین، الروض الباسم من خلق النبی الخاتم ﷺ اور الانوار من سیرۃ سید الابرار ﷺ کی پروقار تقریبِ رونمائی پاک چائنہ فرینڈشپ سینٹر اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حَسن محی الدین قادری، تحریک منہاج القرآن کے جملہ مرکزی قائدین، اور ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والی نمایاں شخصیات نے اس محفل میں خصوصی شرکت کی۔ 10 ستمبر 2025ء کو منعقد ہونے والی یہ تقریب عشقِ رسول ﷺ کے دیوانوں اور علم و دانش کے پیاسوں کا ایک عظیم الشان اجتماع تھی۔ یہ نبی اکرم ﷺ کے 1500 ویں میلاد کی مناسبت سے سجائی گئی، اپنی نوعیت میں ایک منفرد اور یادگار تقریب تھی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی نئی علمی و فکری تصانیف کو اس تقریب میں شریک اہل علم و دانش نے علم، تحقیق اور عشقِ رسول ﷺ کا شاہکار قرار دیا۔ مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے ممتاز اہلِ علم و دانش اور فکری رہنماؤں نے شیخ الاسلام کے علمی اور فکری مقام

و مرتبے کا برملا اعتراف کیا۔ یہ اجتماع اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت تھا کہ جب علمی اور تحقیقی کام کو اخلاص کے ساتھ پیش کیا جائے تو اس کی خوشبو سرحدوں اور مسلکی اختلافات سے ماورا ہو کر ہر دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ یہ تقریب محض کتب کی رونمائی نہیں تھی بلکہ یہ ایک پیغام تھی کہ علم، محبت اور تحقیق ہی کے ذریعے باہمی ہم آہنگی، رواداری اور اتحاد کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

اس پروقار محفل کا آغاز روح پرور تلاوتِ کلامِ پاک اور نعتِ رسولِ مقبول ﷺ سے ہوا، جس نے ہر دل کو نورِ ایمان سے منور کر دیا۔ نقابت کے فرائض محترم عین الحق بغدادی، محترم ڈاکٹر محمد فاروق رانا، محترم علامہ اشفاق چشتی، محترم احمد نواز انجم، محترم کرنل (ر) خالد جاوید اور محترم انجینئر محمد رفیق نجم نے سرانجام دیے۔ عربی اور اردو زبانوں میں تصنیف کی گئی شیخ الاسلام کے علمی و فکری ویژن کی مظہر ان کتب کی تقریب رونمائی کے موقع پر مہمانانِ گرامی نے جن خیالات کا اظہار کیا، اس کی ایک اجمالی رپورٹ نذرِ قارئین ہے:

۱۔ محترم خرم نواز گنڈاپور (ناظم اعلیٰ منہاج القرآن انٹرنیشنل) نے استقبالیہ کلمات میں جملہ شرکاء کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ اگر ہم گزشتہ چند دہائیوں پر نظر ڈالیں تو مغرب کے سامنے اسلام کا جو چہرہ پیش کیا گیا، وہ ایک ایجنڈے کے تحت تھا۔ اسلام کو دہشت گردی، شدت پسندی اور انتہا پسندی سے جوڑا گیا اور چند افراد کی حرکات کو تمام عالمِ اسلام کے چہرے پر چسپاں کر دیا گیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری وہ پیکرِ شجاعت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے 2010ء میں پاکستان

میں فتنہ خوارج کی نشاندہی کی۔ انہوں نے دنیا کو بتایا کہ دہشت گردی کا یہ بدنما دھبہ اسلام کا اصلی چہرہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ اللہ رب العزت یا تاجدارِ کائنات ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ اسلام کی اصل روح کو اجاگر کرنا اور دنیا کو اسلام کا حقیقی چہرہ متعارف کرانا، اسی طرح شدت پسندی اور انتہا پسندی کو رد کرنا، ان تمام کارناموں کا سہرا ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے سر سجتا ہے۔ آج منہاج القرآن کی دینی، علمی، تحقیقی اور تصنیفی خدمات کی وجہ سے پورا عالم اسلام شیخ الاسلام اور منہاج القرآن کی عالمگیر خدمات کا معترف ہے۔ جب تک اسلام علم، تحقیق اور سائنس سے جڑا رہا، اس کا ایک درخشاں دور تھا جس کی

گواہی تاریخ دیتی ہے، لیکن جب مسلمانانِ عالم علم اور سائنس سے دور ہو گئے اور کتاب دوستی چھوڑ دی توان کا زوال شروع ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے اپنی تصنیفات کے ذریعے نہ صرف قرآن حکیم کی تشریح کی بلکہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کر کے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں کر دی کہ آپ جیسا انسان نہ کبھی تھا، نہ ہے اور نہ ہی قیامت تک آئے گا، کیونکہ آپ ہی رحمۃ للعالمین ہیں۔ اسی طرح شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی بین المذاہب رواداری اور المسالک ہم آہنگی کے حوالے سے گراں قدر خدمات بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

۲۔ محترم محمد سرور منیر راؤ (مصنف، محقق، کالم نگار، ڈائریکٹر پی ٹی وی اکیڈمی) نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ جب ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے پنجاب یونیورسٹی میں درس وتدریس کا آغاز کیا، تو میں بھی وہاں علمِ سیاسیات کا طالب علم تھا۔ وہ فطرتی طور پر ہی ایک معلم ہیں۔ 'طاہر' کا کیا مطلب ہے؟ اس کے جواب کے لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کے چہرے پر توجہ دیں۔ آپ انہیں اپنا مرشد، مجتہد، مصنف، عالم یا اسکالر کہہ سکتے ہیں، لیکن ان کے چہرے سے نکلنے والی روشنیاں اس طہارت کی ہیں جو علم، فکر اور تحریک میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ وہ شخص جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کر رہا ہو۔ ایسے شخص کا چہرہ دوسروں کے مقابلے میں بڑا نمایاں ہوتا ہے اور اس کے چہرے سے نکلنے والی روشنی آپ کو اس کی طرف دیکھنے کی تحریک دیتی ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری شیخ التفسیر یا شیخ القرآن نہیں بلکہ شیخ الاسلام ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت ہمہ جہت اور ہشت پہلو ہے۔ ان کی عالمی اور دینی خدمات پر کئی پی ایچ ڈی کی جا سکتی ہیں۔ ایک موضوع یہ ہے کہ انہوں نے روایتی دینی تعلیم اور جدید عصری علوم کو یکجا کر کے ایک ایسا علمی مقام حاصل کیا ہے جو نہ صرف پاکستان بلکہ عالمِ اسلام کے لیے بھی منفرد ہے۔ قرآن فہمی میں ان کی خدمات بے مثال ہیں اور ان کا ترجمہ قرآن 'عرفان القرآن' ایک روشن مثال ہے۔ دوسرا پہلو ان کے تحقیقی اور تصنیفی کارنامے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا شمار ان چند اہل علم میں ہوتا ہے جن کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ ان کی تصانیف کے موضوعات میں قرآن وسنت، فقہ، تصوف، جدید سماجی وسیاسی مسائل اور بین المذاہب تعلقات سب شامل ہیں۔ ان کی تصنیف 'اسلام اور دہشت گردی' نے عالمی سطح پر اسلام کے حقیقی پیغام کو اجاگر کیا ہے۔

تیسری ڈاکٹریٹ ان کے اصلاحی اور احیائی کردار پر ہو سکتی ہے۔ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے اس دور میں جب اسلام کی تصویر مسخ کی جارہی ہے، ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنی بلند اور واضح آواز میں یہ اعلان کیا کہ یہ سوچ اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اور اس حوالے سے ایک تاریخی دستاویز بھی تحریر کی۔ آج منہاج القرآن انٹرنیشنل نوے سے زیادہ ممالک میں روحانی اور سماجی خدمات کا مرکز ہے۔ میں نے بہت سے ممالک کا سفر کیا ہے اور میں حیران رہ جاتا ہوں کہ ہر جگہ انھوں نے شمعیں روشن کر رکھی ہیں۔ ہر جگہ ڈاکٹر طاہر القادری کے پھول بکھرے ہوئے نظر آئیں گے۔

ان پر ایک اور ڈاکٹریٹ ایک عظیم مبلغ اور خطیب ہونے کی حیثیت سے ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو ان کا فنِ خطابت اور فنِ ابلاغ ہے۔ وہ دیہات کے ایک عام سامع کو بھی اسی موثر انداز میں مخاطب کرتے ہیں جس طرح وہ آکسفورڈ اور ہارورڈ کے اسکالرز سے بات کرتے ہیں۔ ان کی شخصیت کا ایک اور پہلو ان کا عالمی مقام اور اس کا اعتراف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں بارہا دنیا کے بااثر ترین مسلم اسکالرز میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ جان کر آپ کو حیرانی ہوگی کہ ان کی تقاریر، کتب اور لیکچرز دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔ دراصل ڈاکٹر طاہر القادری ایک فرد نہیں بلکہ ایک تحریک ہیں اور ان چنیدہ افراد میں سے ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔ محترم سید اظہر عباس (سینئر ڈائریکٹر، ریلیجیس ایجوکیشن) نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ایک مردِ قلندر اور ایک مردِ آہن کی سوچ، گفتگو اور ان سنگِ میلوں کی بات ہو رہی ہے جو انہوں نے اپنے علم، حکمت اور تدبر سے حاصل کیے۔ وہ اس پُر آشوب دور میں اسلام کے سپاہی بن کر سامنے آئے جب واقعی کسی معتدل شخص کی ضرورت تھی۔ یہ ڈاکٹر علامہ محمد طاہر القادری کی ہی شخصیت ہے جنھوں نے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی گفتار، کردار اور تعلیمات کو نہ صرف دنیا

میں اجاگر کیا بلکہ ایک ایسی نسل تیار کی جو انتہا پسندی کے خلاف تھی اور جس نے سینہ سپر ہو کر اس کا مقابلہ کیا۔ آج یہ کہنا بہت آسان ہے، لیکن جب جناب طاہر القادری صاحب نے یہ علم اٹھایا تو اس وقت یہ بڑے دل گردے کا کام تھا۔

جناب ڈاکٹر طاہر القادری نے قرآن مجید اور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ انہی دو چشموں سے امت کو

فیضیاب کیا اور ایک نئی جہت دی۔ انہوں نے اپنا پیغام نہ صرف پاکستان کے نوجوانوں کو دیا بلکہ اسے پوری دنیا میں پھیلایا۔ آج ڈاکٹر طاہر القادری ایک عالم کے ساتھ ساتھ ایک ایسی معتدل اسلامی شخصیت بھی ہیں کہ جن کا ذکر کرکے ہمارا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے کہ وہ ایک پاکستانی مسلمان ہیں۔ ڈاکٹر طاہر القادری ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت ہیں جنہوں نے علم کے گلشن میں ایسے ایسے پھول لگائے کہ ہر پھول کی اپنی خوشبو ہے۔ وہ نہ صرف ذہنوں کو معطر کرتی ہے بلکہ انسان کی روح میں ڈھل کر کردار کی شکل اختیار کر جاتی ہے اور یہی وہ کردار ہے جس کی ضرورت اس وقت مسلمانوں کو ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت بہت بڑی ہے اور اس پر گھنٹوں گفتگو کی جاسکتی ہے۔ کاش ہم سب ان کے افکار کو اپنائیں اور ایک سچے اور کھرے مسلمان بن جائیں۔

۴۔ محترم محمد نعیم علی گجر ایڈووکیٹ (صدر اسلام آباد بار ایسوسی ایشن) نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے اپنے کچھ مشاہدات شرکاء کے ساتھ شیئر کیے کہ مجھے کچھ روز قبل برطانیہ میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس ملاقات کے دوران بہت سے اہم امور پر تبادلہ خیال ہوا اور کئی حوالوں سے رہنمائی ملی۔

ایک ہوٹل میں ہونے والی اس ملاقات کے دوران میں اس وقت حیران رہ گیا کہ جب شیخ الاسلام کو ہوٹل میں دیکھ کر کئی لوگ ان سے ملاقات کے لیے آئے۔ ایک پاکستانی بزرگ نے کہا کہ برطانیہ میں مقیم ہم مسلمانوں بالخصوص پاکستانیوں کو بہت سے مسائل مثلاً بچوں کے دین و ایمان کو بچانا، نوجوان نسل کو راہ راست پر رکھنا، کسی کی فوتگی کی صورت میں تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا، وغیرہ کا سامنا تھا۔ مگر جہاں جہاں منہاج القرآن کے اسلامک سنٹرز ہیں، انھوں نے ہمارے ان تمام معاملات کو احسن طور پر حل کیا۔ وہاں موجود کئی پاکستانی اور مسلم فیمیلیز نے بھی اپنے اسی طرح کے جذبات کا اظہار کیا اور ڈاکٹر صاحب کے کارناموں اور خدمات پر بات کی۔ میں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ یہ سب ایک ایسے ملک میں ہو رہا ہے جو پاکستان نہیں ہے، اگرچہ پاکستان میں بھی ماشاءاللہ ڈاکٹر صاحب کا اپنا ایک مقام اور کردار ہے مگر بیرون ممالک ایسا منظر دیکھ کر مجھے اپنے پاکستانی ہونے پر فخر ہونے لگا۔

۵۔ محترم ڈاکٹر محسن ضیاء قاضی (چیئرمین شعبہ اسلامیات، مسلم یوتھ یونیورسٹی اسلام آباد) نے اپنے خیالات کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 1980ء میں جس تحریک کی بنیاد رکھی تھی، آج وہ دنیا بھر کے 100 سے زائد ممالک میں علم اور تحقیق

کے ایک ایسے شجر کی صورت اختیار کر چکی ہے جو اپنے ثمرات سے دنیا کو مستفید کر رہی ہے۔ اگر آپ ڈاکٹر صاحب کی ساری زندگی کا مشاہدہ کریں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ کی پوری زندگی رسول اللہ ﷺ سے محبت، الفت اور وارفتگی کی حد تک عقیدت سے عبارت ہے۔ آپ نے رسول ﷺ کے اصحاب اور آل کی محبت اور عقیدت پر ڈٹ کر پہرہ دیا۔ علمی اور تحقیقی اعتبار سے آپ نے سیکڑوں اسکول، کالج، مدارس اور اسلامک سینٹرز قائم کیے ہیں جو پوری دنیا میں کام کر رہے ہیں۔ 1980ء سے آج تک شیخ الاسلام کا مطمع نظر صرف اور صرف دین کی خدمت رہا ہے، چاہے وہ علمی اور کتابی حوالے سے ہو یا لوگوں کی اصلاح و تربیت کے حوالے سے۔ آپ کی ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کی ذات اور دینِ اسلام کی عظمت و رفعت کی محافظت کے لیے وقف رہی ہے۔

شیخ الاسلام کی جن کتب کی تقریبِ رونمائی ہو رہی ہے، ان میں سے ہر ایک کتاب ایک خوبصورت علمی شہکار ہے۔ ان کتب میں ان تمام موضوعات پر بات کی گئی ہے جن پر اپنے اور غیر دونوں اعتراضات کرتے ہیں۔ آپ نے ان اعتراضات کا علمی محاکمہ فرمایا ہے اور دلائل سے عقائدِ صحیحہ کو بیان کیا ہے۔ اللہ کے حضور دعا ہے کہ وہ اس تحریک کو، آپ کی علمی کاوش کو اور آپ کے اس سلسلے کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔

۶۔ محترم ڈاکٹر حبیب الرحمن عاصم (ڈائریکٹر اقبال چیئر بحریہ یونیورسٹی اسلام آباد) نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میری ڈاکٹر صاحب سے پہلی ملاقات پنجاب یونیورسٹی میں ہوئی جب وہ لاء کالج میں پڑھایا کرتے تھے۔ اس وقت بھی اپنی علمی

وفکری صلاحیتوں کے باعث وہ مشہور تھے۔ ہر روز کوئی نہ کوئی طالب علم یا استادان کے بارے میں بتاتا کہ ایک ایسے پروفیسر آئے ہیں جو گفتگو کریں تو قادر الکلامی ان پر ختم ہو جاتی ہے اور تحریر کریں تو تحریر خود بخود حاضر ہو جاتی ہے کہ ہم آپ کے لیے حاضر ہیں۔ میں ان کی بہت سی تحقیقی کتب دیکھ چکا ہوں، اسی سبب مجھے ان سے بہت محبت ہے۔ شیخ الاسلام نے جس خوبصورت اور جامع انداز میں تحقیق کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو اپنی کتابوں میں شامل کر کے ان کی صداقت ثابت کی ہے، وہ مجھ جیسے طالب علم کے لیے ایک بہت بڑا سرمایہ اور ایک عظیم خدمت ہے۔ انہوں نے عالمِ اسلام کے لیے قرآن، رسول اللہ ﷺ اور دیگر شخصیات کے حوالے سے اپنی تحریروں کے ذریعے عظیم خدمات سر انجام دی ہیں۔ مجھے مختلف ممالک میں ان کے مراکز دیکھنے کا بھی موقع ملا، ان میں سے ہر مرکز اپنی مثال آپ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی جن کتب کی رونمائی آج ہو رہی ہے، وہ تمام کتب اعلیٰ تحقیقی نوعیت کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ہر کتاب علمی اور تحقیقی اعتبار سے ہر استاد کے لیے ایک بہت بڑا سرمایہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے بہت سے علماء اور اساتذہ بہت سی چیزیں بیان کرتے ہیں، لیکن ان میں مکمل حوالوں اور تحقیق کے ساتھ مواد موجود نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر طاہر القادری پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا رہے۔ ان کی یہ کتابیں اور تعلیمات ہمارے درمیان ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

۷۔ محترم علامہ ڈاکٹر محمد تنویر علوی (ناظم اعلیٰ جامعہ محمدیہ اسلام آباد) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تصنیف کا میدان کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ جب آدمی اس میدان میں قدم رکھتا ہے، تو اس کی فہم اور عدل کی گہرائی جانچ لی جاتی ہے اور اس کی قدر و قیمت سامنے آ جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ ماشاءاللہ 'کثیر التصانیف' ہیں۔ دنیا میں ہر دور میں مصنفین آتے رہے ہیں لیکن 'کثیر التصانیف' ہونے کا اعزاز چند مصنفین کے حصے میں آیا ہے۔

جیسے قدیم دور میں محمد ابن جریر طبری، ابنِ حجر عسقلانی اور امام جلال الدین سیوطی رحمھم اللہ تعالیٰ جیسی شخصیات شامل ہیں۔ اگر ہم عہدِ حاضر کی بات کریں تو ہمیں کثیر التصانیف شخصیات میں علامہ ڈاکٹر طاہر القادری سرفہرست نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تصنیفات کا ایک بنیادی امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے قدیم علمی ذخیرے کو نئی نسل تک پہنچانے کے لیے اسے دورِ حاضر کے تقاضوں سے ہم

آہنگ کیا ہے اور اسے ایک آسان اور دلنشین اسلوب میں پیش کیا ہے۔ یہ ان کی تصنیفات کا ایک نمایاں وصف ہے۔ ایک اور اعزاز جو ڈاکٹر صاحب کی تصنیفات میں نظر آتا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ نے انہیں انتہائی وسیع المطالعہ بنایا ہے۔ کوئی علم و فن ایسا نہیں جو ان کی نظروں سے اوجھل ہو۔ الحمد للہ ہر فن پر ان کی کتابیں موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تمام تصنیفات میں قرآن و سنت سے دلائل اور اہلِ بیت اطہار علیہم السلام سے محبت اور ان کا دفاع کرنا نمایاں وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی تمام کتابوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور انہیں انسانیت کے لیے مفید سے مفید تر بنائے۔ اور لوگوں کو ان سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

۸۔ محترم ڈاکٹر جسٹس (ر) سید محمد انور نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ چند ماہ قبل لاہور میں منہاج یونیورسٹی کے اندر ایک بہت بڑا بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا تھا، جس میں تیس سے پینتیس ممالک سے اسلامک اکنامک سے وابستہ علماء شامل تھے۔ اس سیمینار میں مجھے بھی بلایا گیا تھا۔ وہاں شیخ الاسلام کے متعلق میں نے ایک جملہ عرض کیا تھا، جسے میں اپنی گفتگو کا آغاز کرنے کے لیے دہرانا

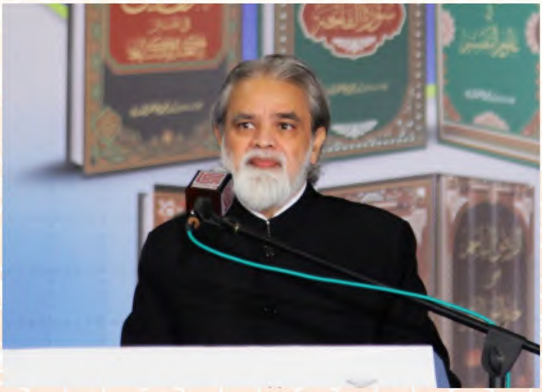

چاہوں گا کہ آج کی اس دنیا میں علمی میدان کے اگر کوئی ذوالقرنین ہیں تو وہ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری ہیں۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید یہ مبالغہ تو نہیں، مگر آج مجھے اس محفل میں شریک ہو کر یقین ہو گیا ہے کہ یہ بالکل مبالغہ نہیں تھا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جس نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے وفا کی، اس کا ثمر وہی ہوتا ہے جو ہمیں نظر آرہا ہے۔ میں نے جو جملہ ابتدا میں عرض کیا، اس کا اعادہ اس لیے کر رہا ہوں کہ اسے مبالغہ نہ سمجھیں۔ ایک ایسی شخصیت جن کا وجود اس وقت عملاً کینیڈا میں ہے، اس کے باوجود ان کی ہستی کا اثر پوری دنیا پر مستقل طور پر موجود ہے۔ معنوی طور پر وہ اپنے صاحبزادے محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی شکل میں موجود ہیں اور عملی طور پر وہ اپنی کتابوں کی صورت میں ہمارے درمیان ہیں۔

آج جن کتب کی رونمائی ہے، سوال یہ ہے کہ کیوں یہ کتابیں دیگر کتب سے مختلف ہیں، جبکہ اسی موضوع پر اور کتابیں بھی مل سکتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کتب 'لٹریچر ریویو' کے لحاظ سے اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جس موضوع پر بھی یہ لکھی گئی ہیں، اس موضوع پر موجود تمام اسلامی دنیا کا مواد اس

میں یکجا ہے۔ یہ وصف ڈاکٹر حسن صاحب کو بھی ورثے میں ملا ہے اور بدرجہ اتم ملا ہے۔ ان کے پی ایچ ڈی Thesis میں اس کا ظہور جا بجا نظر آتا ہے۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا۔ لیکن علامہ طاہر القادری جیسی شخصیات کو دیکھ کر ایک آس اور امید ہے کہ ابھی علم نہیں اٹھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عالم کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ آج کے دور میں جیتا ہے، وہ ماضی یا کسی اور دور میں نہیں جیتا۔ ان تمام کتب کا اگر عمیق مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے بہت ہی شائستگی اور کامیابی سے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہماری روایت، جس سے جڑا رہنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے، کس طرح آج بھی ہماری رہنما ہے اور کل بھی ہماری رہنما رہے گی۔ یہ وہی عالم کر سکتا ہے جسے آج کا، گزشتہ کل کا اور آنے والے کل کا پورا ادراک ہو۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی ہر کتاب میں، تقریباً ہر صفحے پر، یہ پیغام دیا ہے کہ کس طرح سیرت النبی ﷺ اور قرآن کریم ہماری رہنمائی آج بھی کرتے ہیں اور ان شاء اللہ ہمیشہ کرتے رہیں گے۔

ان کتب میں علمی اعتبار سے ایک اور اہم بات یہ ہے کہ وہ طلبہ اور علماء سب کو مدنظر رکھنی چاہیے کہ اسلامی تعلیمات کے حوالے سے جو عجیب و غریب اشکالات اور ابہامات پیدا کیے جاتے ہیں، ڈاکٹر صاحب نے ان کو بھرپور طریقہ سے رفع کیا ہے اور موضوع سے متعلق مستند عربی عبارات بھی شامل کی ہیں۔ پہلے صرف فٹ نوٹ اور حوالہ دیا جاتا تھا، لیکن ان کی کتب میں عربی عبارتوں کا بالخصوص اہتمام کیا گیا ہے تاکہ بات کو مستند بنایا جا سکے اور لوگوں کا ایمان پختہ کیا جا سکے۔ اس سے ہر کتاب کا اثر اور تاثیر دگنی ہو گئی ہے۔

۹۔ محترم عبداللہ حمید گل (چیئرمین تحریک جوانان پاکستان) نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ

انگریزی میں کہا جاتا ہے کہ 'چھوٹے ذہن' لوگوں کے بارے میں بات کرتے ہیں، 'درمیانے ذہن' واقعات پر گفتگو کرتے ہیں اور 'عظیم ذہن' خیالات (ideas) پر بات کرتے ہیں۔ میرے نزدیک 'عظیم ترین ذہن' وہ ہوتے ہیں جو نہ صرف عظیم خیالات سے دنیا کو روشناس کرتے ہیں بلکہ ان پر عمل کر کے بھی دنیا کو دکھاتے ہیں۔ اگر آپ ڈاکٹر طاہر القادری کی شخصیت کا مطالعہ کریں تو وہ

اس آخری زمرے میں آتے ہیں۔ وہ عظیم ذہن نہیں بلکہ عظیم ترین ذہن ہیں۔ انہوں نے نہ صرف عظیم خیالات دیے بلکہ دنیا کے 90 ممالک میں ان کی عملی تعبیر بھی دکھائی۔ آپ ڈاکٹر بھی ہیں، پروفیسر بھی ہیں، شیخ القرآن بھی ہیں، شیخ الحدیث بھی ہیں اور پھر شیخ الاسلام بھی ہیں۔ آپ نے ایک ایسی نسل کی رہنمائی ہے جو دنیا میں ایک مختلف سوچ پیدا کر رہی ہے۔ یہ امر حیران کن ہے کہ ایک مختصر سے عرصہ میں ڈاکٹر طاہر القادری نے کتنا طویل سفر کیا۔ پاکستان سے شروع ہوئے اور آج پوری دنیا میں ان کے نام کا ڈنکا بجتا ہے۔

وہی علم نافع ہوتا ہے جو اللہ کے نام سے پڑھا جائے۔ اسی لیے کہا گیا کہ "پڑھ اپنے رب کے نام سے"۔ یہ وہ علم ہے جو ڈاکٹر طاہر القادری ہمیں دے رہے ہیں۔ علم بانٹنے والے لوگ امر ہوتے ہیں۔ انہیں اپنی زندگی یا سانسوں کی پرواہ نہیں ہوتی، بلکہ وہ لوگوں کی سوچ اور فکر میں بستے ہیں۔ بہت سارے لوگ دنیا میں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، لیکن کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی کتب کی ایک طویل فہرست ہے جو یقیناً ایک خزانہ ہے۔ میں اکثر غیر ملکی سفارت خانوں میں جاتا ہوں تو وہاں کے سفراء ڈاکٹر طاہر القادری کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کے علم کی وجہ سے بھٹکے ہوئے لوگ بھی راہِ راست پر آرہے ہیں۔ یہ وہ سچائی ہے جس کو دنیا اور مغرب بھی سمجھ رہا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جانے تو جانے گل ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خود بھی عظیم ہیں اور وہ لوگ جو ان سے وابستہ ہیں وہ بھی عظیم ہیں۔

۱۰۔ **محترم علامہ ڈاکٹر پیر سید علی رضا بخاری (سجادہ نشین بساں شریف آزاد کشمیر)** نے شرکاء سے مخاطب ہوئے کہا کہ ربیع الاول میں رسول ﷺ کی آمدِ مسعود کے موقع پر شیخ الاسلام کی یہ کتب امتِ مسلمہ کے لیے ایک بہت بڑا تحفہ ہے۔ ان کتابوں میں علم، تحقیق، عشق، محبت، ذوق و شوق اور علم کا وہ نور موجود ہے جو آپ کی تعلیمات کے ذریعے منتقل ہوتا ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری کتابیں نہیں لکھتے، وہ انقلاب لکھتے ہیں۔ ان کے علم میں تاثیر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا حضور سرورِ کون و مکان ﷺ کی ذاتِ گرامی سے عشق، محبت، اعتقاد، ذوق، شوق، کیف اور سرور کا تعلق اور رشتہ ہے۔ یہ فنافی الرسول کی کیفیت ہی علم میں تاثیر پیدا کرتی ہے۔ صوفیاء کے ہاں یہی تاثیر

کہیں وجد، کہیں حال، کہیں کیف، کہیں سرور، کہیں عشق و مستی اور کہیں نعرہ مستانہ کہلاتی ہے۔ یہ مختلف انداز ہیں، لیکن جب تک "حال" نصیب نہ ہو، "قال" مکمل نہیں ہوتا۔ یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے۔ حضرت ڈاکٹر طاہر القادری نے وہ سمتیں عطا کی ہیں جہاں "قال" کے ساتھ "حال" ملتا ہے۔ آج کی اس جدید دنیا میں ہمارے ماضی کے دانشور، محققین اور اسکالرز کی زبان میں ڈاکٹر طاہر القادری آج ہم سے مخاطب ہیں اور ہمیں علم پہنچا رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ وہ عشقِ مصطفی ﷺ کی خیرات اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہیں۔ جب یہ تعلق قائم ہو جائے، تو اس سے بات بنتی ہے۔ جیسا کہ کسی نے لکھا تھا:

"صد کتاب و صد اوراق در نار کن سوئے دلدار، جانبِ دلدار کن"۔ سو کتابوں اور سو اوراق کو آگ میں ڈال دے اور اپنے دل کو دلدار کی جانب متوجہ کر لے۔ یعنی، کتابوں اور اوراق سے لائبریریاں بھرنے سے بات نہیں بنتی۔ بات تب بنتی ہے جب علم نفع بخش ہو جائے اور 'احیاء العلوم'، 'احیاء القلوب' کا سبب بنے۔ یہ کام ڈاکٹر طاہر القادری نے کر دکھایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ نظریات کی اس جنگ کے میدان کے فاتح ڈاکٹر طاہر القادری ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے عشقِ محمد کی طاقت کی بنا پر پاکستان کا نظریاتی طور پر دفاع کیا۔ یہاں پر انتہا پسندی اور نفرت انگیز نظریات کو رد کیا اور امتِ مسلمہ کی رہنمائی کی۔ اللہ تعالیٰ اس سرسبز و شاداب گلستان کو آباد رکھے اور اس فیض کے چشمے کو جاری و ساری رکھے۔

۱۱۔ محترم علامہ عارف حسین واحدی (مرکزی نائب صدر شیعہ علماء کونسل پاکستان و ممبر رحمت للعالمین اتھارٹی حکومت پاکستان) نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی میں علومِ قرآن، حدیث اور دیگر تمام شعبوں میں محنت کی ہے، اسی طرح انہوں نے اپنے فرزندان کی بھی بہترین تربیت کی ہے۔ جہاں وہ اتنی خوبصورت تصانیف کر رہے ہیں، اپنی اولاد کی بھی ایسی تربیت کی ہے کہ ان شاء اللہ ان کے آثار بھی اسی طرح جاری و ساری ہیں۔

میں یہاں شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان کی خدمات اور تصانیف انتہائی قابل قدر ہیں۔ یہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں جدوجہد کرتے ہیں، اللہ ان کے

راستے خود کھول دیتا ہے۔ ایک طویل عرصے سے ڈاکٹر صاحب نے دنیا میں ایک صحیح اور مثبت اسلام متعارف کرانے کے لیے اور اسلام کا خوبصورت اور روشن چہرہ پیش کرنے کے لیے جدوجہد کی ہے اور وہ اس میں کامیاب رہے ہیں۔ آج ان کی کتب کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے اور ہر شعبے، ہر موضوع پر ان کی تحقیق موجود ہے، جس سے ہر کوئی استفادہ کر سکتا ہے۔ میں نے مشہدِ مقدس، دانشگاہِ علومِ اسلامیہ رضوی سے علومِ قرآن میں تعلیم حاصل کی ہے۔ جب میں نے علومِ قرآن کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کی ایک کتاب کھولی، جو ایک جلد میں انتہائی فصیح عربی میں ہے، تو میں نے دیکھا کہ میں نے اپنے اساتذہ کی متعدد کتابوں میں جو پڑھا تھا، وہ سب کا سب ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی اس ایک کتاب میں موجود ہے۔

وہ ایک ایسی علمی شخصیت ہیں جنہوں نے ہر میدان میں قدم اٹھایا ہے اور محنت کی ہے۔ سیدہ طاہرہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا اپنے والد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ایک حدیث نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جو چالیس دن کے لیے اللہ کے ساتھ مخلص ہو جائے، اس کا اوڑھنا، بچھونا، اٹھنا، بیٹھنا، زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا کے لیے ہو، تو اللہ اس کے دل میں علم و حکمت کے خزانے پیدا کرتا ہے اور جہاں ضرورت ہو، وہ اس کی زبانِ اقدس پر جاری ہوتے ہیں"۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب اس حدیث کا مصداق ہیں۔ وہ اتنے خلوص کے ساتھ اللہ پر توکل کر کے اللہ کی راہ میں جدوجہد کر رہے ہیں کی کہ آج وہ سرخرو ہیں۔ پوری دنیا میں ڈاکٹر طاہر القادری کی شخصیت جانی پہچانی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایران اور عراق میں بھی ڈاکٹر صاحب کی شخصیت پر پی ایچ ڈی کیا جا رہا ہے۔ یہ کیوں ہے؟ چونکہ وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں، ان کا ایک جذبہ ہے، ایک تڑپ ہے، ایک ولولہ ہے اور ان کا ایمان ہے کہ اگر میں جدوجہد کروں گا تو اللہ اس میں رنگ لائے گا۔

ان کے اندر عشقِ مصطفیٰ، عشقِ رحمت للعالمین ﷺ موجود ہے۔ میں نے ان کو کئی دفعہ دیکھا ہے، جب وہ پاک پیغمبر اور ان کے اہل بیتِ اطہار کا ذکر کرتے ہیں تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے وہ الحمدللہ کامیاب ہیں اور امت کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے 'امتِ واحدہ' کے قرآنی تصور کو عملی طور پر اجاگر کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا۔ ایک دفعہ علامہ سید ساجد علی نقوی صاحب کے ساتھ میری بات ہو رہی تھی تو انہوں نے فرمایا اس ملک میں سب سے پہلے، اس ماحول میں جب فرقہ واریت عروج پر تھی، جب تکفیر عروج پر تھی، جہاں

مسلکوں کو آپس میں لڑایا جارہا تھا اور مسلمان کو مسلمان کے پیچھے خنجر لے کر دوڑایا جارہا تھا، اس ماحول میں سب سے پہلے جس نے خوبصورت قرآنی آواز بلند کی وہ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حضور کائنات کے معلم ہیں ۔ علم ہی ہماری میراث ہے۔ اس وراثت کو علماء لے کر چل رہے ہیں اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری ان کے سر خیل ہیں۔ ہمیں ان پر فخر ہے اور ہم ان سے استفادہ کریں گے۔ میں نوجوانوں سے یہ کہنا چاہوں گا کہ آج کے اس دور میں، موبائل، سوشل میڈیا اور مختلف چیزیں دیکھنے کے بجائے، ڈاکٹر صاحب کی کتابوں کی شکل میں جو قیمتی خزانہ ہے ، ان کا مطالعہ کریں اور اس کے ذریعے آگے بڑھیں تاکہ معاشرے میں وہ انقلاب آئے جس کے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب خواہش مند ہیں اور جس کے لیے حضور اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ خداوندِ کریم ہمیں ان کے آثار سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کی عمر طولانی فرمائے اور ان سے پوری امت کو فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۲۔ محترم ڈاکٹر ابو بکر (چیئر مین شعبہ اسلامک بینکنگ اینڈ فنانس انٹر نیشنل یونیورسٹی اسلام آباد)

نے شرکاء تقریب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ جھنگ کی سرزمین، 1951، ڈاکٹر فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا گھر اور 19 فروری کو ایک بچے کی پیدائش ہوئی۔ کسی کو کیا خبر تھی کہ یہی بچہ کل بڑا ہو کر زندگی کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا افلاک کی سیڑھیاں چڑھے گا اور وہ شیخ الحدیث، شیخ القرآن اور شیخ الاسلام بن کر امام الامہ کا لقب پائے گا۔ صحیح معنی میں عالم وہ نہیں جو اپنے کندھوں پر کتابوں کا بوجھ لاد لے، بلکہ عالم وہ ہے جس کی زبان سے لوگوں کی زندگیوں کے دھارے بدل جائیں۔ حسد اور رشک دو الگ الگ تصور ہیں۔ اہل ایمان کے لیے اللہ نے رشک کا انتخاب کیا ہے۔ ان مبارک چہروں پر صرف رشک کیا جاسکتا ہے، حسد کرنے والا اپنا دامن جلائے گا۔ لوگ عزتیں دنیا کی راہوں میں تلاش کرتے ہیں، مگر میں نے دیکھا ہے کہ جنہیں اللہ نے عزتوں کے تاج عطا کیے ہیں، ان کا تعلق گنبد خضرا سے جڑا ہے۔ آج اگر کوئی ایک شخص آپ کو دینِ اسلام کے چہرے پر پڑی گرد و غبار ہٹاتا دکھائی دے گا تو وہ ہاتھ ڈاکٹر طاہر القادری کے ہیں۔ میرا شعبہ 'اسلامک بینکنگ اور فنانس' ہے۔ آج علم کی دنیا کو اس کی خبر نہیں، لوگ کسی اور کا نام لیتے ہیں،

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ماڈرن اسلامک بینکنگ اور فنانس کو دینِ اسلام کی ڈگر پر چلانے کا سب سے پہلا تصور پاکستان میں شیخ الاسلام نے دیا تھا۔

اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے عالمِ اسلام میں اور بالخصوص ملک پاکستان کو اس نعمت سے نوازا ہے۔ کچھ لوگوں کا کردار ہوتا ہے جو ان کی داستانوں کو عالم کے جریدے پر رقم کرتا ہے۔ کوئی اپنی جان سے گزر کر رقم کر جاتے ہیں، کوئی کسی اور انداز میں۔ آنے والے ایک ہزار سال بعد بھی اگر کوئی ڈاکٹر طاہر القادری کو جانتا ہوگا تو وہ ان کی تصنیفات اور منہاج القرآن کی وجہ سے جانتا ہوگا۔ اخلاقی انحطاط کے اس دور میں، جہاں ہماری نسل ہاتھوں سے اس طرح نکلتی نظر آ رہی ہے جیسے بند مٹھی سے ریت، ایسے میں ڈاکٹر طاہر القادری صاحب اسی نسل کو گنبد خضرا سے وابستہ کر رہے ہیں۔ یہ کوئی عام بات نہیں ہے۔

ایک موقع پر مجھے حضرت قبلہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کے ساتھ خلوت میں بیٹھنے کا موقع ملا۔ میں نے اس وقت کو غنیمت جانا اور ایک سوال پوچھ لیا۔ میں نے کہا: "حضور! بہت ساری آوازیں کانوں میں سننے کو ملتی ہیں کہ لوگ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے بارے میں طعن و تشنیع کرتے ہیں، خاص طور پر شیخ الاسلام کے لقب پر۔" اس پر انہوں نے تین باتیں پنجابی زبان میں فرمائیں: فرمایا: "پتر! میں انہاں لوکاں کولوں پوچھداں، مینوں اے دسو، ڈاکٹر طاہر القادری دے لیول دا خطیب پاکستان چھوڑ، عالم اسلام وچ کوئی ہے؟ لے آؤ، میں اوس نوں شیخ الاسلام من لیساں۔" پھر فرمایا: "ڈاکٹر طاہر القادری دے لیول دا کوئی مصنف اور مؤلف لے آؤ، میں اس نوں من لیساں۔" تیسری بات یہ فرمائی: "ڈاکٹر طاہر القادری دے لیول دا کوئی اک بندہ لے آؤ، جس نے دنیا وچ مصطفی دے دین دے اتنے ادارے قائم کیتے ہون، جتنے ڈاکٹر طاہر القادری نے کیتے نے۔" پھر آخر میں فرمایا: "اگر کوئی نہیں، تے ڈاکٹر طاہر القادری شیخ الاسلام ہے۔" اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارا یہ سرمایہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

۱۳۔ محترم خورشید ندیم (تجزیہ و کالم نگار، چیئرمین رحمت للعالمین اتھارٹی حکومت پاکستان) نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ مختلف مکاتبِ فکر اور طبقہ ہائے زندگی کے نمائندہ اجتماع میں میری یہ شرکت میرے لیے باعثِ عزت ہے اور اس عوامی پذیرائی کی گواہی ہے جو علامہ طاہر القادری صاحب کے حصے میں آئی۔ بلا تکلف یہ کہا جا سکتا ہے کہ "یہ سعادت بزورِ بازو نیست"۔ یہ عالم کا پروردگار ہے جو عزتوں اور ذلتوں کے فیصلے کرتا ہے۔

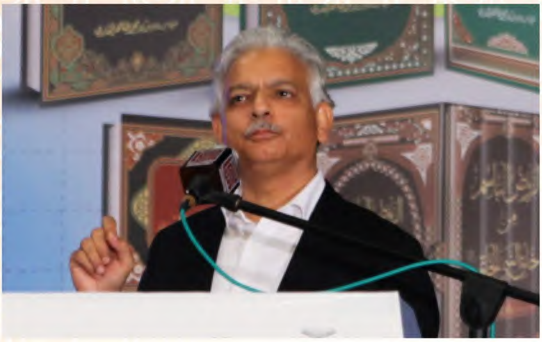

ساری عزتیں اسی کی ہیں اور وہ جسے چاہتا ہے عزت سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے لوگوں کی نظروں سے گرا دیتا ہے۔ اللہ کے آخری رسول سیدنا محمد ﷺ نے فرمایا کہ "لوگوں کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، وہ اسے جس طرف چاہے پھیر دیتا ہے"۔ علامہ طاہر القادری صاحب کی یہ مقبولیت، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اسی مقبولیت سے نوازی جائے اور ان کے علمی کام کو ان کے لیے توشۂ آخرت بنا دے۔

انسان دنیا میں مختلف صلاحیتیں لے کر آتا ہے، لیکن بعض لوگوں پر اللہ کا خصوصی کرم ہوتا ہے کہ وہ انہیں ایک سے زیادہ صلاحیتوں سے نوازتا ہے، جیسے بولنے، لکھنے، انتظام کرنے، اہتمام کرنے اور قیادت کرنے کی صلاحیت۔ کم لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ ایسی متنوع صلاحیتوں سے نوازتا ہے۔ صلاحیتوں کا یہ تنوع انسان کے لیے ایک آزمائش بن جاتا ہے کہ وہ کس شعبے کا انتخاب کرے، کیونکہ ایک عمر میں ہر شعبے میں نام پیدا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ علامہ طاہر القادری صاحب بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ نے مختلف صلاحیتوں سے نوازا۔ انہوں نے مختلف میدانوں میں طبع آزمائی کی اور اس کے نتائج بھی نکلے۔ لیکن میری طالب علمانہ رائے یہ ہے کہ ان کا اصل میدان علم اور تعلیم ہی تھا اور اس میں ان کی خدمات بلاشبہ غیر معمولی ہیں۔

ہم اپنی روایت میں پڑھا کرتے تھے کہ ہمارے ائمہ میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ بسیار نویس ہونے کے باوجود اعلیٰ درجے کے علمی لٹریچر کو وجود بخشتے تھے۔ امام سرخسی کے بارے میں ہم سنتے ہیں کہ کنویں میں قید ہو کر تیس جلدیں املاء کروا دیں۔ دورِ حاضر میں بلاشبہ یہ اعزاز ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے حصے میں آیا کہ انہوں نے اتنا کچھ لکھا اور اسے غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہ عالم کے پروردگار کی طرف سے ان پر خصوصی عنایت ہے۔

ہماری علمی اور دینی روایت میں ہم نے خواتین کو دین اور اس کی تعلیم سے دور رکھا۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی ایک بڑی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے ہماری خواتین کو علمِ دین کی طرف متوجہ کیا۔ یہ ایک غیر معمولی Contribution ہے، کیونکہ خاتون کو علمِ دین کی طرف متوجہ کرنے کا مطلب ایک پوری نسل کو دین کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ یہی وہ گود ہے جس میں ایک پوری نسل نے پرورش پانا ہے۔ اس لحاظ سے اپنے ہم عصر اہلِ علم میں یقیناً انہیں یہ شرف حاصل ہے۔ اس تقریب میں اتنی تعداد میں موجود ہماری بیٹیاں اور بہنیں اس بات کی دلیل ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے لوگوں کو دین کی طرف صحیح اور اصل اسلوب میں گفتگو کر کے متوجہ کیا۔

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا دوسرا بڑا Contribution یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کو مسلکی تقسیم سے بلند کرنے کی کوشش کی۔ کسی عالم کے لیے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ اپنے آپ کو کسی ایک مسلک کا علمبردار بنا کر کھڑا ہو جائے۔ عالم وہی ہے جو اس طرح کی انسانی بنائی ہوئی دیواروں سے بلند ہوتا ہے اور علم کو "الحکمة ضالة المؤمن" کے تحت جہاں بھی ملتا ہے، اسے تلاش کرتا ہے اور اپنے دامن میں جمع کر لیتا ہے۔ علامہ صاحب ایک خاص پس منظر میں پیدا ہوئے اور آگے بڑھے، لیکن انہوں نے خود کو اس سے بلند کر لیا۔ اس "جرم" کی پاداش میں انہیں اپنے ہم مسلک لوگوں کی گالیاں بھی کھانا پڑیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ گالیاں بھی ان کے لیے اللہ کا انعام اور ان کی پذیرائی کی دلیل ہیں۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ساجد نقوی صاحب کے ساتھ مل کر اعلامیہ وحدت پر دستخط کیے اور شیعہ سنی خلیج کو کم کرنے کی شعوری کوشش کی تھی۔ اس دور کے لوگوں کو یاد ہوگا کہ بڑے بڑے لوگوں نے کس طرح کے فتوے انہیں دیے تھے، لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ انہوں نے مسلک کی تنگ نظری سے بلند ہو کر امتِ مسلمہ اور سارے مسلمانوں کے تناظر میں سوچا۔

آپ جانتے ہیں کہ دورِ جدید میں مذہبی انتہا پسندی کا جو فتنہ پیدا ہوا اور جس نے مسلم معاشرے کو بکھیر کر رکھ دیا، اس کے خلاف ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے بہت پہلے ایک فتویٰ جاری کیا تھا۔ آپ کے علم میں ہے کہ انہوں نے اس انتہا پسندانہ تعبیرِ دین کے خلاف پانچ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل مدلل فتویٰ دیا اور یہ ایک عالم کے شایانِ شان ہے کہ وہ اپنے عہد کے بڑے فتنوں کے خلاف کھڑا ہو جائے اور لوگوں کے سامنے وہ دین بیان کرے جو اس کے خیال میں حق ہے۔ انہیں یقیناً اپنے ہم عصر اہلِ علم پر یہ امتیاز حاصل ہے۔ چند لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس دور کے ان بڑے فکری فتنوں کے خلاف اپنی جان کو خطرات میں ڈالا، لیکن اس کے باوجود حق کی بات کی۔ دین کی تجدید کا کام بنیادی طور پر ایسا ہے کہ اس کے لیے آپ کو اپنے عہد کے لوگوں کی پسند ناپسند سے بلند ہونا پڑتا ہے۔

میری اپنی طبیعت میں مبالغہ آرائی نہیں ہے، لیکن میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ دین کے ایک طالب علم کے طور پر میں یہ بات پورے وجدان کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دین کا کوئی طالب علم اس علمی کام سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا جو ڈاکٹر صاحب کے صریر خامہ کا نتیجہ ہے۔ آج کی یہ تقریب کسی طویل گفتگو کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ میری یہاں حاضری صرف اس لیے ہے کہ اس دور کے ایک طالب علم کے طور پر میں اس بات کی گواہی دوں کہ علامہ صاحب نے جو علم اور دین کی خدمت کی ہے، وہ ہم جیسے طالب علموں کے لیے بہت رہنمائی اور خیر کا سبب بنی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کی اس گواہی

کو قبول کرے جو یہاں تشریف لائے ہیں اور اسے ان کی آخرت کے لیے اور ان کے خدا کے حضور میں بخشش کا سبب بنادے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۴۔ محترم ڈاکٹر آفتاب احمد رائے (سربراہ شعبہ تقابلی مطالعہ برائے مذاہب عالم، اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ انٹر نیشنل یونیورسٹی اسلام آباد) نے شرکاء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتب کا ایک غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو یہ معیاری تحقیق ( quality research) پر پورا اترتی ہیں۔ ریسرچ کے ماہرین کا کہنا ہے کہ تحقیق کو 'اوریجنل' ہونا چاہیے، یعنی اس کے ذریعے علم میں کچھ نیا اضافہ ہونا چاہیے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ تحقیق کو متعلقہ (relevant) ہونا چاہیے، جو معاشرتی مسائل کا حل پیش کرے، وہ پالیسی سازوں کے لیے رہنمائی

فراہم کرے اور عالمی علمی مباحثوں کو جنم دے۔ تیسری اہم چیز اس کی پختگی ہے۔ کیا تحقیق کا طریقہ کار ٹھوس اصولوں پر مبنی ہے یا نہیں؟ کیا یہ قابل تقلید (replicable) ہے یا نہیں؟ چوتھی اہم چیز یہ ہے کہ ان کتابوں کے اثرات معاشرے، علمی اداروں، جامعات، مدارس اور پوری دنیا و خطے پر کس طرح مرتب ہو رہے ہیں؟ اس حوالے سے سوال یہ ہے کہ کیا یہ پالیسی سازوں کے لیے بھی رہنمائی کا ذریعہ ہیں؟ چوتھی بات یہ ہے کہ تحقیق کے کچھ اخلاقی اصول (ethics) ہوتے ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

میں یہ بات بلا مبالغہ اور پورے یقین کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ معیاری تحقیق کے ان بنیادی اصولوں پر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتابیں پوری اترتی ہیں۔ ڈاکٹر طاہر القادری ایک عہد ساز اور پہلو دار شخصیت ہیں۔ ان کی فکر میں اعتدال اور توازن نظر آتا ہے۔ عقائد کے حوالے سے ناصبیت اور رافضیت دونوں کا رد کرتے ہوئے صحابہ اور اہل بیت اطہار دونوں مقدس طبقات کی محبت و عقیدت کا درس دیا ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اہل بیت کے مقام کو بھی اجاگر کیا ہے اور صحابہ کرام کی محبت بھی امت اور مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کی ہے۔ فرقہ واریت کے خاتمہ کے حوالے سے ان کی اہم کتاب 'فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟' ایک نایاب کام ہے۔ وہ ہمیں اس امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ ہمارے اندر بہت سارے مشترک پہلو ہیں، لیکن ہم ان کو چھوڑ کر اختلاف کو کیوں اپنا

لیتے ہیں؟ ہمیں مشترک پہلوؤں کو اجاگر کرنا چاہیے۔ پاکستان کی سرزمین پر کسی عالم یا کسی تحریک کے بانی نے اگر تکفیریت کے خلاف سب سے بلند آواز اٹھائی ہے تو وہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہیں۔

ہماری اخلاقی قدریں مٹتی نظر آرہی ہیں اور آج ہم دین اور روحانیت سے دور ہو رہے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے تصوف اور روحانیت پر نہ صرف شب بیداریاں اور ذکر واذکار کی مجالس منعقد کروائیں، بلکہ قرآن و سنت کی بنیاد پر کئی کتب بھی تصنیف کیں۔ انہوں نے ان مستشرقین کے اعتراضات کا بھی جواب دیا جو تصوف کو عجمی پودا کہتے ہیں۔ آپ نے تصوف کو قرآن و سنت سے تفصیل سے ثابت کیا۔ اسی طرح اگر سیرت الرسول کی بات کی جائے تو 12 جلدوں پر مشتمل ان کا ایک ضخیم علمی کام ہمارے سامنے ہے، جس میں ایک منفرد اور اچھوتا پہلو اس کا مقدمہ ہے۔ اس کتاب کے موضوعات میں آج کے جدید مسائل کے جوابات قرآن، حدیث، سنت اور مختلف تہذیبوں کی روشنی میں تفصیل سے دیے گئے ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ ہر شخص ہر فن میں ماہر نہیں ہو سکتا اور کوئی ایک پہلو غالب ہو سکتا ہے، مگر لوگوں کے اندر عرفان اور شعور کو اجاگر کرنے اور ان کو اپنے حقوق سے روشناس کرانے کے لیے ڈاکٹر طاہر القادری نے جو رہنمائی فراہم کی اور تحریک چلائی ہے، وہ مثالی ہے۔

۱۵۔ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمن (سابق وی پی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد) نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری ایک ایسی عہد آفرین شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی وسعتِ علم، ندرتِ فکر اور استقامت سے لوحِ تاریخ پر ایسے نقوش ثبت کیے ہیں کہ زمانے کا گرد و غبار ان کے نام اور کام پر کبھی پردہ نہیں ڈال سکتا۔ یہ وہ شخصیت ہیں جو جھنگ سے ایک ستارہ بن کر ابھریں، آسمانِ علم و حکمت پر چاند بن کر چمکیں اور اپنی ضیا پاشیوں سے جہاں مشرق کے طالبانِ علم کے دل و دماغ کو منور کیا، وہاں

مغرب کے ناقدانہ ماحول میں دلائل کے انبار لگا دیے۔ کیمبرج اور آکسفورڈ جیسی جامعات کے دانشوروں کو بھی ان کے ہاتھ چومتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے اس افراتفری اور فرقہ پرستی کے دور میں نفرت اور عداوت کی دیواروں کو ختم کرنے اور امت کے اتفاق واتحاد کے لیے

جس روانی سے قلم کا استعمال کیا اور جس آہنگ سے صلح و محبت کا پیغام عام کیا، وہ ان کے لیے شیخ الاسلام کے لقب پر مہرِ تصدیق ثابت ہو رہا ہے۔

گو ہوا تند و تیز ہے، لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے　　وہ مردِ درویش جسے حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جہاں طالبانِ علم کی فکر کو روشن کیا، وہاں دلوں کے قبرستان میں آبیاری کا بھی خوب اہتمام کیا۔ ذکر و فکر کی مجالس اور درود و سلام کی برسات میں انہوں نے نوجوانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ لاہور کا شہرِ اعتکاف ہو یا مشرق و مغرب میں ان کی قیادت میں برپا ہونے والی درود و سلام کی مجالس، عشقِ رسول ﷺ کی وہ شمع جو انہوں نے نئی نسل کے دلوں میں روشن کی ہے، رب ذوالجلال کی قسم وہ ایسی بلند اور منظم ہے کہ آج اس کے نیچے بدی کی آوازیں دبتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتب کے مطالعہ سے سیرت اور حدیث و سنت دونوں علمی دھاروں کے درمیان ایک جزوی تعلق تشکیل پاتا ہے اور ان کے مابین ٹکراؤ کے تصور کی نفی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مستشرقین کی فکر کی تشکیل کے بعد علمِ سیرت کو قصداً کمزور ثابت کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ حدیث اور سیرت کا یہ باہمی ربط واضح کرتا ہے کہ دونوں علم ایک دوسرے کی تکمیل اور تائید کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان دونوں علمی جہتوں میں جس پختگی اور فکری تسلط کے ساتھ توازن قائم کیا ہے، وہ اپنی نوعیت میں ایک علمی اور تحقیقی کارنامہ ہے۔ اور ان کی یہ کوشش بعض حوالوں سے بہت ہی ممتاز نظر آتی ہے۔ موضوع، اسلوب اور مواد کے اعتبار سے ان کی تصنیفات اسلامی تاریخ کی ان گراں قدر تصنیفات سے مشابہ دکھائی دیتی ہیں جو زہد و ورع، تہذیبِ اخلاق و نفوس، اسلامی آداب، ترغیب و ترہیب اور اسلامی اخلاقیات پر مرتب کی گئی ہیں مگر مواد اور اسلوب کی مماثلت کے باوجود جامعیت، تنوع اور تحقیق کے اعتبار سے بہت بلند ہیں۔

۱۶۔ محترم پیر سید اجمل حسین شاہ مبشر ہمدانی (سجادہ نشین دربار عالیہ میرا شریف) نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا۔ اگر اللہ کی وحدانیت اور عشق کی بات کی جائے تو اس راہ میں رہنمائی کرنے والے ڈاکٹر طاہر القادری ہی نظر آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت اور ان کے عشق کی بات ہو تو اس جانب بھی رہنمائی کرنے والے ڈاکٹر طاہر القادری ہی

دکھائی دیتے ہیں۔ آلِ محمد علیہم السلام کی محبت میں اگر کوئی شخص ڈوبا ہوا نظر آتا ہے تو وہ ڈاکٹر طاہر القادری ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی عزت و تکریم کی حفاظت کی بات ہو تو سرفہرست بھی ڈاکٹر طاہر القادری ہی ہیں۔ آپ ایک عظیم شخصیت ہیں اور متعدد علوم کے ماہر ہیں۔ آج اگر کسی شخص کے پاس تھوڑا سا بھی علم آجائے تو وہ سب سے پہلا قدم پیر بننے کی طرف اٹھاتا ہے لیکن آپ ڈاکٹر طاہر القادری کو دیکھیں، تمام علوم پر دسترس رکھنے والا اور سیکڑوں کتابوں کا مصنف ہونے کے باوجود بھی اس مردِ درویش میں کبھی یہ خواہش پیدا نہیں ہوئی کہ میں اپنے نام کے ساتھ "پیر" لکھواؤں۔ آج سارے پیر یہاں آتے ہیں، کیوں آتے ہیں؟ اس لیے کہ اس شخص نے وہ سارا کام کر دیا ہے جو پیروں کو کرنا چاہیے۔

اتنی کتابیں لکھنے والے اور صرف کتابیں ہی نہیں بلکہ ایک تحریک اور ایک مشن لوگوں کو دینے والے اگر اس شخص کو مجدد نہ کہا جائے تو پھر کس کو بنایا جائے؟ آج لوگوں کو اپنی آنکھوں پر پڑی ہوئی گرد کی وجہ سے ان کا مقام نظر نہیں آتا۔ بخدا، عشقِ رسول کے علاوہ میں نے اس شخص کی زبان سے کبھی کوئی گفتگو نہیں سنی۔ میں خوشامد کرنے والا نہیں ہوں، میں بہت غیور قسم کا آدمی ہوں۔ جو حق ہو، وہ کہنے میں شرم محسوس نہیں ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخصیت کو جامع بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمر دراز عطا فرمائے اور مسلمانوں کی یہ قیادت ہمیشہ زندہ اور پائندہ رہے اور ان کا سایہ تمام مسلمانوں پر قائم و دائم رہے۔

۱۷۔ فضیلۃ الشیخ الأستاذ الدکتور أحمد بدرۃ نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ صدی میں مسلم امت کو مغربی ثقافتی یلغار اور جدید علوم کی ترقی کی وجہ سے غیر معمولی فکری اور تہذیبی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ اس صورتحال نے کچھ ذہنوں میں یہ تاثر پیدا کیا کہ اسلام جدید دور کے مسائل کا کوئی عملی حل پیش نہیں کر سکتا۔ اس فکری انتشار کے دور میں، میں شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو ایک مجدد کے طور پر دیکھتا ہوں، جو نصوصِ شریعت کے علم اور دورِ حاضر کے حالات کی سمجھ کو یکجا کرتے ہوئے مسائل کا حل پیش کر رہے ہیں۔ وہ قرآن کی عالمگیریت اور سنت کی جامعیت کو ثابت

کرتے ہوئے ایک متوازن نقطہ نظر پیش کرتے ہیں جو دینی اصولوں کو پختگی سے تھامے ہوئے ہے اور جدیدیت کے تقاضوں سے بھی دانشمندی سے نمٹتا ہے۔

۱۸۔ محترم پیر سید علی جنید الحق گیلانی (سجادہ نشین گولڑہ شریف) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج کی اس بابرکت محفل میں شریک ہو کر مجھے نہایت مسرت ہوئی اور اس خوشی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں اہلِ علم واہلِ دل حضرات ایک چھت تلے جمع ہیں۔ عالم اسلام میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ایک پہچانا ہوا اور معتبر نام ہیں۔ ان کی علمی و فکری خدمات رہتی دنیا تک اپنی مثال آپ رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو دین کی خدمت کے لئے منتخب کرتا ہے اور بے شک یہ اللہ کا خاص فضل ہے کہ اس نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو اس عظیم مشن کے لئے چن لیا۔ ان کی تصانیف نہ صرف مستند اور تحقیقی معیار پر پورا اترتی ہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے لئے قیمتی سرمایہ بھی ہیں۔ ہر طالب علم اور محقق ان کتابوں سے بے پناہ فیض حاصل کر سکتا ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی متعدد کتب کا مطالعہ کیا ہے اور ہر بار یہ محسوس کیا کہ یہ تصانیف دراصل علم کا سمندر ہیں جن میں سے نئی روشنی اور نئی سمت ملتی ہے۔ انہوں نے میدانِ علم میں نہایت جرأت مندانہ قدم رکھا اور ہمیشہ حق کی آواز بلند کی۔ وہ اہلِ سنت کا سرمایہ ہیں اور علم و تحقیق کا ایک زندہ شاہکار ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کسی اور لقب کی محتاج نہیں، ان کا سب سے بڑا قابلِ فخر لقب القادری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے غیر معمولی کام لیا ہے اور ان کی کاوشوں سے آج لاکھوں لوگ ایمان و عمل کی روشنی پا رہے ہیں۔ ان کی تصانیف کا مطالعہ صرف علمی فیض نہیں بلکہ روحانی تربیت کا ذریعہ بھی ہے۔ ہمارے روحانی خانوادے سے ان کا ایک خاص تعلق رہا ہے اور ہم ان کے خطابات کو نہایت شوق سے سنتے ہیں۔ آج کی اس تقریب نے مجھے اپنے خانوادے کی اس روایت کی یاد دلا دی ہے کہ ہمیشہ اہلِ حق اور اہلِ علم کی قدر و منزلت کی جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی و دینی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی عمر و صحت میں برکت عطا کرے اور ان کی تصانیف کو تا قیامت امت کے لئے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔

محترم پیر سید علی جنید الحق گیلانی کی خصوصی دعا سے یہ علمی و فکری خوبصورت تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

امام الامۃ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تقریب رونمائی

تقریب رونمائی

تقریبِ رُونمائی

# شیخ الاسلام کی 5 نئی کُتب کی تقریب رونمائی

پاک چائنہ فرینڈ شپ سنٹر اسلام آباد

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
OCT-2025
LAHORE
Regd CPL No.41

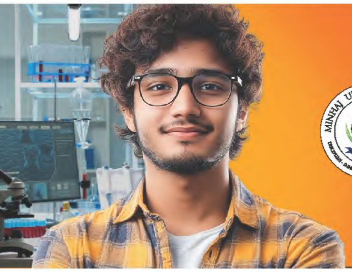

Minhaj University Lahore

Raasta Taqdeer bananay ka

ADMISSIONS FALL '25

## ADP

- Information System &Technology Management
- Accounting and Finance
- Artificial intelligence
- Arts
- Bioinformatics
- Business Administration
- Commerce
- Computer Science
- Cyber Security
- Data Science
- Digital Marketing
- English
- Information Technology
- Political science

## BS PROGRAMS

- B. Com
- B.Sc Chemical Engineering
- B.Sc Electrical Engineering
- Financial Technology
- BBA
- Accounting and Finance
- Artificial Intelligence
- Biology
- Business Analytics
- Chemistry & Industrial Entrepreneurship
- Computational Plant Sciences
- Computer Science
- Cyber Security
- Data Science
- Defence and Strategic Studies
- Digital marketing
- Ecommerce
- Economics & Data Science
- Economics & Financial Technology
- Electronics and Computing
- English
- Environmental Science
- Information System & Technology Management
- Information Technology
- Islamic Banking & Financial Technology
- Mathematics & Data Science
- Governance and Public Policy
- Political Science & Economics
- Political Science & History
- Statistics & Data Science
- LLB

## MS/MPHIL PROGRAMS

- Accounting and Finance
- Applied Psychology
- Botany
- Chemistry
- Computer Science
- Economics
- English (Applied Linguistics)
- English (Literature)
- History
- Management Science
- Mathematics
- Pakistan Studies
- Physics
- Political Science
- Statistics
- Urdu
- MBA (Professional) 2 Year
- MBA Executive
- MS Data Science
- Halal Food and Safety Management

## PhD PROGRAMS

- Mangement Sciences
- Economics
- English (Linguistics)
- Urdu
- Mathematics
- Political Science

Apply Now

admission.mul.edu.pk | 03 111 222 685 | 042 35145621 Ext: 320, 321

Minhaj University Lahore, Madar-e-Millat Road, Near Hamdard Chowk, Township, Lahore.